نہیں دور بہاروں کے قدم از نگہت عبداللہ

السلام علیکم

اگر آپ میں لکھنے کی صلاحیت ہے اور آپ اپنا لکھا ہوا دنیا تک پہنچانا چاہتے ہیں، مگر آپ کے پاس کوئی ذریعہ نہیں ہے۔۔تو ہم سے رابطہ کریں۔

ہماری ٹیم آپ کو قدم قدم پر رہنمائی فراہم کرے گی اور آپ کی لکھی ہوئی تحریر دنیا تک لائے گی۔

آپ اپنا لکھا ہوا ناول،افسانہ،شاعری، ناولٹ،کالم یا آرٹیکل پوسٹ کروانا چاہتے ہیں تو اپنا مسودہ ہمیں ورڈ فائل یا ٹیکسٹ فارم میں میل کریں

novelsclubb@gmail.com

آپ ہمارے فیس بک،انسٹا پیج اور واٹس ایپ کے ذریعے بھی ہم سے رابطہ کر سکتے ہیں۔

FB PAGE:

NOVELSCLUBB

INSTA:

NOVELSCLUBB

WHATSAPP:

03257121842

نہیں دور بہاروں کے قدم

از

نگہت عبداللہ

www.novelsclubb.com

"بھابھی، بھابھی۔" روزانہ کی طرح اس نے گھر میں داخل ہوتے ہی بھابھی بھابھی پکارنا شروع کیا تھا کہ نومیہ ایک دم کمرے سے نکل کر بولی۔
"چلاؤ مت، مومی ابھی سوئی ہے۔"
"ہیں! اتنی جلدی سو گئی۔ طبیعت تو ٹھیک ہے اس کی؟" وہ تشویش ظاہر کرتا کمرے میں جھانکنے لگا تو
نگہت عبداللہ
نہیں دور بہاروں کے قدم
digest novels lovers group

سے اس کی شرٹ کھینچ کر بولی۔
"اماں' سو گئی اور اس کی طبیعت بالکل ٹھیک
"
"تو میں کون سا اسے اٹھا رہا ہوں۔!" وہ جھنجھلایا۔
"اپھا چلو' کھانا کھاؤ۔"
"آپ نے کھالیا؟" وہ اس کے پیچھے چلتا ہوا پوچھنے
"مجھے بھوک نہیں ہے۔"
"اور امی ابو؟"
"انہوں نے کھالیا ہے۔"

مکمل ناول

"ٹھیک ہے جب آپ کو بھوک لگے گی تب میں آپ کے ساتھ کھالوں گا۔" وہ ڈائننگ تک آکر واپس پلٹنے لگا تو وہ جیسے زچ ہو کر بولی۔

"سعدی پلیز۔"

"کیا پلیز؟"

"کھانا کھالو' میں صرف اس انتظار میں جاگ رہی ہوں ورنہ کب کی سو چکی ہوتی۔" اس نے منت سے کہا تو وہ اس کے لیے چیئر کھینچتا ہوا بولا۔

"خالی پیٹ سونے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ چلیں بیٹھیں۔"

"کھانا تو گرم کرنے دو۔"

"میں کر لاتا ہوں۔ آپ بیٹھیں۔" وہ زبردستی اسے بٹھا کر کچن میں چلا گیا تو وہ اس کی آج کی روداد سننے کے لیے خود کو تیار کرنے لگی۔ وہ جانتی تھی اس کے پاس صرف ایک ہی موضوع ہے۔ جتنی دیر بیٹھے گا سارہ سارہ کرتا رہے گا۔

"لیجئے جناب! کھانا حاضر ہے۔" وہ ایک ہاتھ میں سالن کا ڈونگا اور دوسرے میں ہاٹ پاٹ لیے آگیا۔

"تم اتنی دیر سے کیوں آئے ہو؟" اس نے پلیٹ اس کے سامنے رکھتے ہوئے پوچھا۔

"وہ سارہ کے ساتھ اس کے گھر چلا گیا تھا' وہیں دیر ہو گئی۔" اس نے بتایا تو وہ تعجب سے بولی۔

"ابھی تک وہیں تھے؟"

"ہاں' وہ تو ابھی بھی نہیں آنے دے رہی تھی۔"

"تو نہ آتے' کھانا بھی وہیں کھا لیتے۔" وہ چڑ کر بولی تھی۔

"ارے بھابھی! اس نے تو بہت کہا لیکن میں آپ کے خیال سے چلا آیا۔ مجھے پتا تھا' آپ نے کھانا نہیں کھایا ہو گا۔ چلیں شروع کریں۔ خوامخواہ بھوکی رہتی ہیں۔ حالانکہ آپ کو ڈائٹنگ کی کوئی ضرورت نہیں ہے آپ ایسے ہی بہت اسمارٹ ہیں ماشاءاللہ۔" وہ اس کی پلیٹ میں سالن نکالتے کے ساتھ بولے جا رہا تھا۔ وہ چپ چاپ اسے دیکھتی رہی پھر اپنی پلیٹ پر جھک گئی کیونکہ اس کی آنکھوں میں نمی تیرنے لگی تھی۔

"ارے بھابھی!" وہ اس کی طرف دیکھ نہیں رہا تھا پھر بھی سمجھ گیا جب ہی فوراً متوجہ ہو کر بولا۔ "رو میں گی تو میں ابھی امی' ابو کو جگا کر یہاں لے آؤں گا۔"

"میں کوئی نہیں رو رہی۔" اس نے پلکیں جھپک کر ساری نمی اپنے اندر اتار لی۔

"ہاں شاباش' اب میں چائے بھی پیوں گا۔"

"زیادہ فری ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ کھانا ختم کر کے سیدھے اپنے کمرے میں جاؤ ورنہ میں امی' ابو کو جگا کر لے آؤں گی۔" اس نے فوراً" اس کی دھمکی اسی پر آزمائی اور اٹھ کھڑی ہوئی۔

"جا کہاں رہی ہیں۔ یہ برتن کون سمیٹے گا۔"

"شش۔" وہ کہہ کر ڈائننگ روم سے نکل آئی اور اس خیال سے کہ کہیں وہ اس کے پیچھے نہ چلا آئے۔ تمام لائٹس آف کرتے ہوئے اپنے کمرے کا دروازہ بھی اندر سے بند کر لیا۔ پھر پہلے موبی کی نیپی تبدیل کی اور فیڈر رکھ کر اپنی جگہ پر آلیٹی۔

کچھ دیر پہلے واقعی اسے بہت نیند آرہی تھی اور روزانہ ایسا ہی لگتا تھا جیسے وہ بستر پر گرتے ہی سو جائے گی۔ لیکن بستر پر آکر اس کی نیندیں غائب ہوتی کہ پھر کروٹیں بدلتے بدلتے اکثر صبح ہو جاتی تھی۔

اس وقت کتنی دیر وہ یہی کوشش کرتی رہی کہ کسی طرح سو جائے لیکن جب نیند آکے نہیں دی تب اس نے پوری آنکھیں کھول کر نظریں سامنے دیوار پر جما دیں۔ جہاں کچھ دیر بعد ایک فلم سی چلنے لگی تھی۔

"آذر۔۔۔!" اس کے ہونٹوں سے سسکی نکلی اور پھر وہ تکیے میں منہ چھپا کر رو پڑی۔

کتنی جلدی اس کی زندگی اندھیروں کی نذر ہو گئی تھی۔ ابھی دو سال پہلے وہ اس گھر میں دلہن بن کر آئی تھی تو سب لوگ اس کی قسمت پر رشک کر رہے تھے کون جانتا تھا کہ وقت اتنی جلدی کروٹ بدل جائے گا۔

وہ یقیناً" بہت خوش تھی۔ کیونکہ صرف آذر ہی نہیں باقی سب گھر والے بھی اس سے بہت محبت کرتے تھے۔ امی' ابو اور سعدی تو جتنا وقت گھر میں رہتا اس کے آگے پیچھے پھرتا رہتا تھا۔ اصل میں اس کی کوئی بہن بھی نہیں تھی اور وہ کمی بھی اس نے پوری کر دی تھی۔ البتہ آذر بعض اوقات جھنجلا جاتے تھے۔

"تم سعدی کو بہت سر چڑھا رہی ہو۔ اس سے کہو' اپنے کام خود کیا کرے۔"

"کرتا تو ہے بس کبھی کبھی بے چارہ مجھ سے کہہ دیتا ہے۔" وہ سعدی کی طرف داری کرتی۔

"اسی وقت کیوں کہتا ہے جب میں گھر پر ہوتا ہوں۔"

"کیا مطلب؟"

"مطلب تم میرے سامنے سے مت ہٹا کرو' میں پریشان ہو جاتا ہوں۔"

آذر اسے اپنی نظروں سے اوجھل نہیں ہونے دینا چاہتے تھے اور وہ فطرتاً" بہت سادہ تھی جب ہی گھبرا جاتی۔ ادھر آذر کی پریشانی کا خیال' ادھر سعدی نہ روٹھ جائے اور جو کبھی اماں اسے دو چار دن کے لیے اپنے ساتھ لے جاتیں تو وہاں اس کا دل ہی نہیں لگتا تھا۔ حالانکہ چھوٹی دونوں بہنوں سعدیہ اور فرح سے اس کی بہت دوستی تھی اور وہ دونوں اس کی آمد سے خوش بھی بہت ہوتی تھیں پھر بھی وہ ان کے ساتھ رات رکنے پر تیار نہیں ہوتی تھی اور اس بات سے اماں ناراض نہیں ہوتی تھیں بلکہ خوش تھیں کہ ان کی بیٹی اپنے گھر میں خوش ہے۔

ڈیڑھ سال بعد جب موی پیدا ہوئی تو اسے ایک اور خوب صورت مصروفیت ہاتھ آ گئی تھی۔ وہ ننھی سی گڑیا گھر بھر کی آنکھوں کا تارا تھی۔ ان ہی دنوں سعدی کو ایک اچھی فرم میں جاب مل گئی اور آذر کی پروموشن ہو گئی تھی جس سے سب موی کو بھاگوان کہنے لگے' جبکہ آذر اپنی خوش بختی اسے قرار دیتے تھے۔

"میری زندگی میں ساری خوشیاں' ساری خوبصورتیاں تمہاری ذات کی مرہون منت ہیں نومیہ! بس مجھے تمہاری ایک بات سے ڈر لگتا ہے۔"

"کس بات سے؟" وہ موی کو چھوڑ کر ان کی طرف متوجہ ہوئی تھی۔

"تم بہت سادہ ہو۔ بے وقوفی کی حد تک۔" انہوں نے کہا تو وہ روٹھ کر بولی تھی۔

"جی نہیں میں بیوقوف نہیں ہوں۔"

"پھر کیا ہو؟" انہوں نے شرارت سے دیکھا۔

"بہت عقل مند۔"

"جب ہی ہر ایک کی باتوں میں آ جاتی ہو۔" انہوں نے کہا تو وہ تیز ہو کر بولی۔

"میں کس کی باتوں میں آتی ہوں۔"

"ارے تم تو لڑنے لگیں' چلو مان لیتا ہوں کہ تم بہت عقل مند ہو۔" وہ اس وقت بحث کے موڈ میں نہیں تھے جب ہی بات بدل گئے۔ "دیکھو موی تمہیں دیکھ کر کھلکھلا رہی ہے۔"

"چلیں آپ سنبھالیں اسے۔ مجھے امی سے بات کرنی ہے۔" اس نے اٹھتے ہوئے کہا تو آذر اس کا ہاتھ پکڑ کر پوچھنے لگے۔

"کیا بات؟"

"وہ امی سعدی کے لیے لڑکی دیکھنے جانا چاہتی تھیں لیکن سعدی منع کر رہا ہے۔"

"کیوں؟"

"کیونکہ وہ لڑکی پسند کر چکا ہے اور اسی کے بارے میں امی کو بتانا ہے۔" اس نے ہنستے ہوئے بتایا تو آذر بھی محظوظ ہو کر بولے تھے۔

"بہت تیز نکلا سعدی' کون ہے وہ جو اس کے چکر میں آ گئی؟"

"پتا نہیں' سارہ نام بتا رہا تھا اور پتا ہے کیا کہہ رہا تھا کہ اگر مجھے سارہ نہ ملی تو میں مر جاؤں گا۔"

"اللہ نہ کرے' جاؤ امی کو بتاؤ۔" آذر نے فوراً" اس

کا ہاتھ چھوڑ دیا تھا۔

پھر اس کے ساتھ آذر نے بھی سعدی کی بھرپور حمایت کی تھی اور امی ابو کو قائل کر کے چند دنوں میں سعدی کی سارہ کے ساتھ منگنی کرا کے دم لیا تھا اور ابھی گھر میں خوشی کے پھولوں کی باس ماند نہیں پڑی تھی کہ وقت نے اسے عظیم سانحے سے دوچار کر دیا' آذر روڈ ایکسیڈنٹ کا شکار ہو کر صرف اسے ہی نہیں اپنے بوڑھے ماں باپ کو بھی زندہ درگور کر گئے تھے اور یہ زیادہ نہیں آٹھ مہینے پہلے کی بات تھی۔ جانے اس گھر کو کس کی نظر لگ گئی تھی کہ جہاں ہر پل محبتوں اور خوشیوں کے رنگ اترتے تھے وہاں اب دکھ اور وحشت تھی۔

عدت کی مدت اس نے اس گھر میں پوری کی تھی' اس کے بعد مومی کو لے کر اماں کے گھر چلی گئی تو کچھ دن ہی وہاں رہ سکی۔ گو کہ وہ یہی سوچ کر آئی تھی کہ اب ہمیشہ اسے یہیں رہنا ہے لیکن اماں اس کے پیچھے پڑ گئیں۔

"تم نے یہاں آ کر اچھا نہیں کیا۔"

"کیوں اماں! یہاں نہ آتی تو اور کہاں جاتی۔" اس نے حیرت سے پوچھا تھا۔

"تمہیں جانے کی ضرورت نہیں ہے تمہیں۔ اسی گھر میں رہو۔ آذر نہیں رہا تو اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ اس گھر پر تمہارا کوئی حق نہیں رہا۔ تمہاری بیٹی ان ہی کا خون ہے اور پھر بیٹا! وہ لوگ پھر ہم سے بہت اچھے ہیں۔ اچھا کھلا پہنا سکتے ہیں۔ ہماری جان کو سو فکریں لگی ہیں۔ ایک تمہارے ابا کمانے والے کہاں سے اتنا کریں گے' ابھی تو سعدیہ' فرح کی ذمہ داری سر پر ہے۔" اماں آبدیدہ ہو کر حالات کی تصویر کھینچ رہی تھیں۔

"میں جانتی ہوں اماں! اسی لیے میں نے سوچا ہے کہ میں آپ پر بوجھ نہیں بنوں گی۔ میں نوکری کر لوں گی۔" اس نے کہا تو اماں نے فوراً منع کر دیا۔

"نہیں بیٹا! نوکری تمہارے بس کی بات نہیں ہے۔ تم نہیں جانتیں باہر کی دنیا بہت خراب ہے اور پھر تمہارے ساس سسر کو پتا چلا تو وہ بھی اعتراض کریں گے۔"

"پھر میں کیا کروں؟" اس نے بے بسی سے اماں کو دیکھا تھا۔

"ان ہی کے پاس چلی جاؤ۔ ان کے پاس اللہ کا دیا بہت ہے۔"

"لیکن اماں۔؟"

"کوئی لیکن ویکن نہیں۔ ان سے کہنا' مومی ان کے بغیر نہیں رہ سکتی اور تم مومی کے بغیر۔ چلو' میں خود تمہیں چھوڑ آتی ہوں۔ تم پتا نہیں کیا الٹا سیدھا بک دو۔ میں خود ان سے بات کروں گی۔"

اور یوں اماں دوبارہ اسے اس گھر میں چھوڑ گئی تھیں گو کہ اس کی آمد پر سب نے خوشی کا اظہار کیا تھا۔ امی ابو مومی کو دیکھ کر جیسے جی اٹھے تھے پھر بھی وہ اپنے آپ میں عجیب سا محسوس کرنے لگی تھی۔ آذر تھے تو سب کچھ اپنا تھا اور اب اپنائیت کے اظہار میں بھی وہ اجنبیت ڈھونڈ لیتی تھی۔

"ٹھیک ہے' مومی ان کا خون ہے لیکن میں' میرا اب کیا تعلق ہے ان سے اور جن سے تعلق ہے' ان کے پاس بھی میرے لیے جگہ نہیں ہے۔" وہ اس دکھ میں مبتلا کڑھتی رہتی تھی۔

♥ ♡ ♡ ♥

"بھابھی! جلدی سے ناشتا کرا دیں پھر مجھے جانا ہے۔" وہ کچن میں داخل ہوئی تھی کہ سعدی اس کے پیچھے آ کر بولا تو وہ حیران ہو کر پوچھنے لگی۔

"کیوں آج چھٹی نہیں ہے کیا؟"

"میں آفس جانے کی بات نہیں کر رہا۔"

"پھر؟"

"وہ سارہ کی طرف جاؤں گا' اصل میں اس کی طبیعت کچھ ٹھیک نہیں ہے' فلو ہو گیا ہے اسے اور کچھ بخار بھی ہے۔"

"جواز پیش کرنے کی ضرورت نہیں ہے ہم ایسے

UrduPhoto.com

اُس جا سکتے ہو۔" اس نے ٹوک کر کہا۔

"میں جھوٹ نہیں کہہ رہا۔" وہ خجل سا ہو کر بولا۔

"اچھا بس، چائے کا پانی رکھو میں سلائس گرم کرتی ہوں۔" اس نے پھر ٹوک دیا۔

"امی ابو نے ناشتا کر لیا؟" وہ کیتلی کے نیچے چولہا جلاتے ہوئے پوچھنے لگا۔

"ہاں، انہوں نے اپنے وقت پر ہی کر لیا تھا۔ تم ایک چھٹی کے دن اپنی روٹین کیوں خراب کرتے ہو۔ صبح ہی اٹھ جایا کرو۔ اب بارہ بجے ناشتا کرو گے تو پھر دوپہر کا کھانا کب کھاؤ گے؟"

"شام میں آپ میرے لیے روٹی نہیں پکائیے گا۔ میں آج سارہ کے ہاں کھاؤں گا۔ وہ میری ایک عدد سالی ہے ناں اس نے اسپیشل انوائیٹ کیا ہے۔"

سعدی نے بتایا تو وہ کچھ دیر خاموش رہی پھر جب اس کے سامنے ناشتا رکھ چکی تب کہنے لگی۔

"سنو، امی سے کہو، اب تمہاری شادی کر دیں تاکہ تمہیں روز روز کے چکروں سے نجات ملے۔"

"ابھی نہیں بھابھی! ابھی تو آذر بھائی کو ایک سال بھی نہیں ہوا۔" وہ ایک دم سنجیدہ ہو گیا۔

"یہ زخم تو سالوں میں بھی نہیں بھرے گا سعدی! لیکن کیا کریں دنیا کے کام رکتے تو نہیں ہیں۔ اور بھی تو سب کچھ اسی طرح ہو رہا ہے۔ میں خود امی سے بات کروں گی۔" وہ بہت ضبط سے بول رہی تھی پھر بھی آنکھوں میں نمی تیر گئی۔

"کوئی ضرورت نہیں امی سے کچھ کہنے کی اور ہاں میں کہیں نہیں جا رہا۔ آپ کے ساتھ شطرنج کھیلوں گا۔" سعدی نے فوراً" سنبھل کر اس کی آزردگی سمیٹنے کی سعی کی تو وہ بھی قصداً" مسکرا کر بولی۔

"نہیں ہم بے ایمانی کرتے ہو۔"

"تھوڑی سی بے ایمانی تو جائز ہے۔"

"سارہ کے ساتھ کرنا اور ہاں اگر تم بہت جلدی میں نہیں ہو تو پہلے مجھے اماں کے ہاں چھوڑ دو۔" اس نے کہا تو وہ چائے کا آخری گھونٹ لے کر بولا۔

"خیریت۔۔۔!"

"ہاں بہت دن ہو گئے ہیں گئے ہوئے اور ادھر سے بھی کوئی نہیں آیا۔"

"چلیں، جلدی سے تیار ہو جائیں۔" سعدی نے گھڑی پر نظر ڈالتے ہوئے کہا۔

"بس پانچ منٹ۔" وہ کہہ کر کچن سے نکل آئی اور امی سے اجازت لے کر جلدی جلدی موی کی چیزیں بیگ میں ڈالیں پھر کپڑے تبدیل کر کے باہر آئی تو وہ موی کو اٹھائے چلنے کو تیار کھڑا تھا۔

"وہاں رکنے کا پروگرام تو نہیں ہے؟" سعدی نے بائیک اسٹارٹ کرتے ہوئے پوچھا۔

"نہیں، موی زیادہ دیر کہیں نہیں رہتی۔ شام ہوتے ہی رونا شروع کر دیتی ہے۔" اسے اماں کی بات ازبر تھی۔

"میری بھتیجی کی یہ بات بہت اچھی ہے۔" اس نے موی کا گال چھو کر کہا پھر اس کے بیٹھتے ہی بائیک بڑھا دی۔

چھٹی کا دن تھا۔ ابا بھی اس وقت گھر پر تھے اور اماں کے برعکس وہ اس سے یہی کہتے تھے کہ "اسے اب یہاں آجانا چاہیے۔ بے شک اس کے ساس سسر بہت اچھے ہیں پھر بھی اس کا وہاں رہنا مناسب نہیں ہے۔" اور مناسب تو اسے بھی نہیں لگتا تھا لیکن یہاں کے حالات دیکھتے ہوئے اسے اماں کی باتیں ٹھیک لگتی تھیں جب ہی ان پر عمل کرتی اور ابا کو

سہولت سے سمجھا دیتی تھی۔ اس وقت بھی انہوں نے یہی بات کہی تھی۔

"بیٹا! اس سے پہلے کہ تمہارے ساس سسر کا رویہ بدلے تمہیں یہاں آجانا چاہیے۔"

"آپ کیوں فکر کرتے ہیں ابا! ان کا رویہ کبھی نہیں بدلے گا کیونکہ مومی میں ان کی جان ہے۔ یقین کریں میں جب بھی یہاں آنے لگتی ہوں امی' ابو دونوں پریشان ہو جاتے ہیں کہ کہیں میں ہمیشہ کے لیے تو نہیں جا رہی۔ بار بار پوچھتے ہیں کہ شام میں آجاؤں گی ناں؟" اس نے ابا کو اطمینان دلاتے ہوئے کہا تو وہ گہری سانس کھینچتے ہوئے بولے۔

"پھر بھی بیٹا! وقت کا کوئی بھروسا نہیں۔ کل کو ان کی دوسری بہو آجائے گی تو پتا نہیں تمہارے ساتھ کیا سلوک ہو۔"

"کچھ نہیں ہو گا۔ سارہ بہت اچھی لڑکی ہے۔" وہ کہہ کر ان کے پاس سے اٹھ آئی۔

سعدیہ اور فرح مومی کے ساتھ لگی تھیں۔ وہ مومی کا بیگ انہیں تھما کر اماں کے پاس آبیٹھی اور ان کے گلے میں بانہیں ڈالتی ہوئی بولی۔

"اماں! کبھی تو میری طرف چکر لگا لیا کریں۔"

"دل تو بہت چاہتا ہے پر کیا کروں۔ بسوں کے کرائے اتنے بڑھ گئے ہیں کہ بس سوچ کر رہ جاتی ہوں۔ تم کس کے ساتھ آئی ہو؟" اماں نے اپنی مجبوری بتا کر پوچھا۔

"سعدی چھوڑ گیا ہے۔"

"اندر نہیں آیا؟"

"نہیں' اسے سارہ کے ہاں جانا تھا۔" اس نے پیروں سے سینڈل نکال کر ٹانگیں اوپر سمیٹتے ہوئے کہا تو اماں تعجب سے بولیں۔

"وہ ابھی بھی وہاں جاتا ہے؟"

"ابھی بھی کیا مطلب؟ باقاعدہ منگنی ہو چکی ہے اور اب تو وہ بتا کر جاتا ہے منگنی سے پہلے البتہ چھپاتا تھا۔" اس نے سیدھے سادے انداز میں کہا تو اماں کچھ دیر اسے دیکھتی رہیں پھر اس کے قریب ہو کر سرگوشی میں بولیں۔

"سنو' اس کا وہاں جانا بند کرو۔"

"کیوں اماں؟" اس کی سادگی پر اماں جھنجلا کر بولیں۔

"تب ہی تو تمہاری وہاں جگہ بنے گی' میں تمہاری ساس کے کان میں بھی ڈال آئی تھی۔ انہوں نے ابھی تک کچھ نہیں کیا؟"

"کیا۔۔۔؟ کیا نہیں کیا؟" وہ الجھ کر دیکھنے لگی۔

"تمہاری اور سعدی کی شادی کے سلسلے میں۔" اماں نے کہا تو وہ اچھل پڑی۔

"ہائیں! یہ آپ نے کیا کیا اماں! مجھے نہیں کرنی شادی وادی۔"

"ارے بٹیا! پہاڑ سی زندگی ایسے نہیں گزرنے کی اور اس طرح مومی کے بہانے تم ہمیشہ وہاں نہیں رہ سکتیں۔ سعدی کی دلہن آگئی تو دوسرے دن تمہیں نکال باہر کرے گی۔"

"کوئی نہیں اماں! وہ تو اتنی اچھی ہے۔" اسے واقعی سارہ اچھی لگتی تھی۔

"چلو وہ اچھی ہے۔ لیکن دنیا بہت بری ہے۔ تمہیں چین سے جینے نہیں دے گی۔ سو سو الزام دھریں گے لوگ' پھر وہ جو اچھی ہے۔ اسے بدلتے بھی دیر نہیں لگے گی۔"

اماں نے اسے آنے والے وقت سے ڈرایا تو وہ روہانسی ہو کر بولی۔

"میں کیا کروں اماں! مجھے اپنے پاس رکھ لیں۔"

"ارے بٹیا! میرے سر آنکھوں پر رہو پر یہاں کیا ملے گا تمہیں' نہ اچھا کھانا نہ اچھا پہننا اور نہ اچھی تعلیم۔ سسک سسک کر زندگی گزارنے سے بہتر ہے کہ تم سعدی سے نکاح کر لو۔ تمہاری بچی کو اگر سینے سے نہیں لگائے گا تو دھتکارے گا بھی نہیں کیونکہ اس کا اپنا خون ہے۔" اماں نے اسے اپنے ساتھ لگاتے ہوئے کہا تو وہ رو پڑی۔

"نہیں اماں! سعدی تو مجھے اپنا سگا بھائی لگتا ہے۔"

UrduPhoto.com

"کوئی بھائی نہیں ہے تمہارا' سمجھیں' میں جو کہتی ہوں وہ کرو' اس کے سامنے بڑی آپا بننے کی ضرورت نہیں ہے۔ عمر میں تم اس سے چھوٹی ہی ہو۔" اس بار اماں نے ڈانٹ کر کہا تو وہ کچھ خائف سی ہو کر بولی۔

"اور وہ جو سارہ سے محبت کرتا ہے۔"

"ہے اللہ' ساری باؤلی لڑکیاں میرے ہی گھر میں پیدا ہوئی تھیں۔" اماں نے اپنا سر پیٹا پھر کہنے لگیں۔ "اے بی بی! مرد کبھی محبت نہیں کرتا نہ کسی ایک کا ہو کر رہتا ہے۔ اپنے گھر کے لیے اسے ایک بیوی چاہیے ہوتی ہے اور وہ کوئی بھی ہو۔ تم اگر سعدی کی آپا جان بننے کے بجائے اسے بڑا مان لو تو پھر دیکھو' وہ کیسے سارہ کے پاس جاتا ہے۔"

"پتا نہیں اماں! آپ کیا کہہ رہی ہیں۔" وہ آنسو پونچھتے ہوئے منمنائی۔

"کوئی فارسی نہیں بول رہی میں۔ ٹھیک ہے تم نہ سمجھو۔ میں اب تمہاری ساس سے صاف لفظوں میں بات کروں گی۔" اماں نے اس کی طرف سے مایوس ہو کر کہا تو وہ پریشان ہو گئی۔

"نہیں اماں! خدا کے لیے آپ میری ساس سے اب کچھ نہیں کہیے گا' میں خود کوشش کروں گی۔"

"کیا کوشش کرو گی؟"

"وہ سعدی کو۔۔۔ میرا مطلب ہے اسے سارہ کے پاس نہیں جانے دوں گی اور کہوں گی کہ مومی کا باپ وہی بن سکتا ہے۔" وہ رک رک کر بول رہی تھی۔

"ہاں مومی کا باپ وہی بن سکتا ہے۔" اماں کو اس کے سمجھ جانے پر اطمینان ہوا پھر مزید سمجھانے لگیں۔

"بیٹا! مومی کی اور تمہاری بہتری بھی اسی میں ہے۔ اگر تم میرے پاس آجاؤ تب بھی میں تمہیں ساری زندگی بٹھائے تو نہیں رکھوں گی۔ تو کسی اور گھر جانے سے اچھا ہے' تم اسی گھر میں رہو اور ایک مضبوط بندھن سے ہی تم ہمیشہ وہاں رہ سکتی ہو۔ ورنہ ہر پل یہ دھڑکا لگا رہے گا کہ جانے کب کیا ہو۔ کب کون سی بات کسی کو بری لگ جائے۔ کتنا بھی کر لو' کوئی خوش نہیں ہوتا۔ تم نے اس گھر پر حکمرانی کی ہے اگر دوسری عورت آگئی تو نوکرانی بنا کر رکھ دے گی تمہیں سمجھ رہی ہو ناں۔"

"جی۔" وہ گم صم سی ایک ٹک اماں کو دیکھے جا رہی تھی اور چاہتی بھی تو ان کی کوئی ایک بات نہیں جھٹلا سکتی تھی۔ اثبات میں سر ہلاتے ہوئے ان تمام باتوں کو اپنے طور پر سوچنے لگی تو پھر اس کا دھیان کہیں ادھر ادھر ہو کے نہیں دیا۔

گھر آکر بھی وہ ایسی ہی گم صم سی تھی۔ مومی کو امی کے حوالے کر کے رات کا کھانا بنانے کھڑی ہوئی تو سامنے رکھی چیزیں نظر نہیں آرہی تھیں' آخر عاجز سی ہو کر کچن سے نکلی اور سیدھی سعدی کے کمرے میں آ گئی۔

"سعدی! مجھے کچھ سمجھ میں نہیں آرہا۔"

"کیا سمجھ میں نہیں آرہا؟" وہ جو سارہ سے مل کر آیا تھا اور اس کے خیالوں میں لیٹا تھا' چونک کر اٹھ بیٹھا۔

"وہ رات کا کھانا۔۔۔ کیا کھائیں گے؟" وہ خود نہیں سمجھ پا رہی تھی کہ اسے کیا کہنا ہے۔

"ارے بھابھی! یہ تو روز کا جھنجھٹ ہے۔ جو پکائیں گی کھا لیں گے۔" سعدی نے کہا تو وہ الجھ گئی۔

"نہیں' نہیں پک رہا ناں۔"

"کیا نہیں پک رہا؟"

"کچھ بھی۔ مجھے چکر آرہے ہیں۔" وہ سچ مچ چکرا کر گرنے کو تھی کہ سعدی نے فوراً اٹھ کر اسے تھام لیا اور اپنے بیڈ پر بیٹھاتے ہوئے بولا۔

"عجیب ہیں آپ بھی سیدھے سیدھے یہ نہیں کہہ سکتیں کہ طبیعت ٹھیک نہیں لگ رہی۔ کھانا نہیں پک رہا تو یہ نہیں ہو رہا وہ نہیں ہو رہا۔ بیٹھیں آرام سے۔ میں گلوکوز لاتا ہوں۔" سعدی کمرے سے نکل گیا تو وہ دونوں ہاتھوں کی انگلیاں بالوں میں پھنسا کر سر کو زور زور سے جھٹکنے لگی۔

"لیجئے' گلوکوز پئیں۔" سعدی بہت جلدی واپس آ گیا تھا۔ گلاس اس کے ہاتھ میں تھما کر کہنے لگا۔

"کتنی کمزور ہو گئی ہیں آپ' اپنا خیال نہیں رکھتیں۔ خدا کے لیے بھابھی مومی کی خاطر۔۔۔ اسے آپ کی ضرورت ہے۔"

"صرف میری ضرورت اور باپ۔" اس نے اسی قدر کہہ کر گلاس ہونٹوں سے لگالیا۔

"اللہ کی مرضی۔ ہم کیا کر سکتے ہیں۔ خدا کی قسم اگر میرے اختیار میں ہوتا تو میں اپنی زندگی دے کر بھائی کو بچالیتا اور آپ مومی کے لیے ایسا کیوں کہہ رہی ہیں۔ میں اس کا باپ نہیں ہوں لیکن انشاء اللہ باپ سے بڑھ کر چاہوں گا۔"

سعدی نے پوری سچائی اور ایمانداری سے کہا تو وہ بہت خاموش نظروں سے اسے دیکھنے لگی۔

"چلیں جائیں' اپنے کمرے میں آرام کریں' کھانے وانے کی فکر کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ میں لے آؤں گا بازار سے۔ چلی جائیں گی یا میں چھوڑ آؤں۔"

"چلی جاؤں گی۔" وہ گلاس خالی کر کے اٹھی تھی۔

♥ ♡ ♡ ♥

وہ پُرسکون تو پہلے بھی نہیں تھی' اماں نے اسے مزید بے سکون کر دیا تھا۔ سارا وقت ذہن متضاد سوچوں کی آماجگاہ بنا رہتا اور ابھی اسے یہ دھڑکا بھی لگ گیا تھا کہ سارہ آگئی تو اس کا کیا ہو گا۔ یہ سب اماں کی باتوں کا اثر تھا جنہیں وہ کسی طرح بھی جھٹلا نہیں پا رہی تھی اور جب سعدی کو دیکھتی تو اس کے خلوص پر بھی شبہ کرنے کو دل نہیں مانتا تھا۔ وہ بالکل سگے بھائیوں کی طرح اس کا خیال کرتا تھا۔ ایسے میں اگر اسے اماں کی باتیں یاد آتیں تو وہ اپنے آپ میں گھٹنے لگتی تھی جبکہ تنہائی میں اسے یہی باتیں ٹھیک لگتی تھیں۔ گویا عجیب مشکل میں تھی۔ کبھی سوچتی سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر کہیں دور چلی جائے۔ اگر مومی پاؤں کی زنجیر نہ ہوتی تو شاید وہ ایسا ہی کرتی۔ لیکن اب اس کے لیے مجبوری تھی۔

یونہی کتنے بہت سارے دن گزر گئے۔ آذر کی پہلی برسی ہوئی تو اس کے بعد سارہ کے گھر والوں نے شادی پر اصرار شروع کر دیا جس سے وہ مزید پریشان ہو گئی کہ اب وہ مومی کو لے کر کہاں جائے گی۔ اس وقت وہ یہی سوچنے میں لگی تھی۔ پتا ہی نہیں چلا کب امی اس کے پاس آ بیٹھی تھیں۔ جب انہوں نے پکارا' تب چونک کر انہیں دیکھنے لگی۔

"بیٹی! تمہیں کیا ہو گیا ہے' بالکل گم صم ہو کر رہ گئی ہو۔ کیا سوچتی رہتی ہو؟" امی نے محبت سے ٹوک کر پوچھا۔

"کچھ نہیں۔" اس نے آہستہ سے نفی میں سر ہلایا۔

"کچھ تو ہے۔ کوئی پریشانی کی بات ہے تو مجھ سے کہو۔ تمہارے میکے میں تو سب خیریت ہے ناں؟"

"جی۔۔۔"

"پھر کیوں پریشان ہو' کہہ ڈالو بیٹی اندر کی بات۔ دل پر بوجھ مت رکھو۔" امی نے اس کا چہرہ تھاما تو وہ ان ہی کے ہاتھوں میں چہرہ چھپا کر رو پڑی۔

"میں آپ کے پاس رہنا چاہتی ہوں امی! مجھے اپنے سے دور نہیں کریں۔"

"ہائیں! کون دور کر رہا ہے تمہیں۔؟" امی متعجب ہوئیں۔

"مجھے نہیں پتا' بس میں آپ کو چھوڑ کر کہیں نہیں جاؤں گی۔" وہ اسی طرح روتے ہوئے بولی۔

"بیٹا! میں بھی تو یہی چاہتی ہوں۔ کیا تمہیں میری کسی بات سے ایسا لگا ہے کہ۔۔۔"

"نہیں امی!" اس نے فوراً" چہرہ اونچا کر کے ان کے ہاتھ تھام لیے" آپ تو بہت اچھی ہیں۔ میری اپنی ماں سے بھی زیادہ۔"

"پھر کس نے سعدی یا اس کے ابو۔۔۔"

"نہیں' نہیں کسی نے کچھ نہیں کہا بس مجھے اپنے آپ وہم سا ہو گیا ہے کہ شاید میں یہاں نہیں رہ سکوں گی۔" اس نے بمشکل بات بنائی تو امی اس کی پیشانی چوم کر بولیں۔

"پگلی! تم نے تو مجھے ڈرا ہی دیا کہ پتا نہیں کس نے کیا کہہ دیا اور اگر تمہیں یہ وہم ہو گیا ہے تو اس میں

UrduPhoto.com

کوئی اچھنبے کی بات نہیں ہے۔ حالات انسان کو خوفزدہ کر ہی دیتے ہیں۔ پھر تمہارا کوئی سنگی ساتھی بھی تو نہیں ہے۔ مجھ بوڑھی سے تم کیا اپنے دکھ سکھ کہو گی الٹا مجھے دیکھ کر اور دکھی ہو جاتی ہو گی۔" امی آبدیدہ ہو گئیں۔

"نہیں امی! آپ کی ذات سے تو مجھے بڑا سہارا ملتا ہے۔ میں آپ کو دیکھ کر۔"

سعدی کے آنے سے اس کی بات ادھوری رہ گئی۔ وہ اپنی دھن میں آرہا تھا۔ جب ان دونوں کو دیکھا تو کچھ ٹھٹھک کر پوچھنے لگا۔

"یہاں کوئی ٹریجڈی سین تو نہیں ہو رہا؟" پھر صوفے پر گرتے ہوئے بولا "میں پہلے ہی تھکا ہوا آیا ہوں۔ کسی کے آنسو نہیں پونچھوں گا۔"

"کوئی نئی بات نہیں ہے۔ تم ہر روز تھکے ہوئے آتے ہو۔ دنیا جہان سے نرالے ایک تم ہی نوکری کر رہے ہو جیسے۔" امی اس پر بگڑتے ہوئے بولیں۔

"سارا وقت دفتر' گھر کی کوئی فکر نہیں۔ یہ نہیں ہوتا کبھی جلدی آکر بھاوج کو کہیں گھمانے پھرانے لے جاؤ۔ بے چاری بے زبان کچھ بولتی نہیں ہے تو اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ اس کا کسی بات کو دل ہی نہیں چاہتا ہو گا۔"

"تو سارا رونا دھونا اسی بات کا تو ہے' ارے آپ ایسے حکم کریں میں غلام حاضر کھڑا ہوں۔" وہ فوراً" اٹھ کر اس کے سامنے جھکتے ہوئے بولا۔ "چلیں کہاں چلنا ہے؟"

"کہیں نہیں۔" وہ ہتھیلیوں سے اپنی آنکھیں رگڑتی ہوئی بولی۔

"دیکھئے' یہ تو منع کر رہی ہیں۔" وہ امی سے بولا۔

"کوئی منع نہیں کر رہی' چلو بیٹی! اٹھو منہ ہاتھ دھو کر کپڑے بدلو۔" امی نے اسے بھی ڈانٹ کر اٹھا دیا تھا۔

کچھ دیر بعد وہ کپڑے تبدیل کر کے آئی تو سعدی کو جوتوں سمیت صوفے پر دراز دیکھ کر اسے اس پر رحم آنے لگا کہ بیچارہ پہلے ہی تھکا ہوا آیا ہے اب اسے لے کر جائے گا۔

"یہ واقعی اس کے ساتھ زیادتی ہے۔" اس نے سوچا اور واپس پلٹنے لگی تھی کہ وہ اٹھتے ہوئے بولا۔

"امی سے شکایت کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ میں چل رہا ہوں۔ ذرا منہ ہاتھ دھو آؤں۔ اگر اجازت ہو تو۔"

"سعدی! میں نہیں جا رہی۔" اس نے الجھ کر منع کیا۔

"کیوں....؟"

"بس میرا دل نہیں چاہ رہا۔"

"آپ کے دل کی ایسی تیسی' چلیں۔" وہ اس کا ہاتھ بغل میں دبا کر کھینچتا ہوا چل پڑا تو وہ چیخی۔

"مومی کو تو لینے دو۔"

"نہیں' وہ تنگ کرے گی۔"

"اور جو امی کو تنگ کرے گی۔" اس نے کہا لیکن وہ اب کچھ سننے کے موڈ میں نہیں تھا۔

"عجیب فضول آدمی ہو تم' مومی کے بغیر بھلا کیا اچھا لگے گا۔" وہ اس کے پیچھے بیٹھی مسلسل جھنجلا رہی تھی۔

"تمہری چیرز فار بھابھی' ہپ ہپ ہرے۔" وہ اونچی آواز میں گانے لگا تو وہ اس کی پیٹھ میں مکا مار کر بولی۔

"ہم روڈ پر جا رہے ہیں۔"

"تو کیا ہوا' کسی کے باپ کی تو نہیں ہے روڈ۔"

"ہمارے باپ کی بھی نہیں ہے۔" وہ فوراً" بولی تو وہ زور سے ہنسا پھر اسپیڈ بڑھا کر جانے کون کون سی سڑکوں پر بائیک دوڑاتا ہوا آخر ایک چائنیز ریسٹورنٹ کے سامنے روک کر بولا۔

"آج ہم چائنیز ڈنر کریں گے۔"

"چائنا پر احسان۔"

"اور کیا' چلیں۔" وہ بائیک لاک کر کے اس کی طرف پلٹا تو وہ آگے چل پڑی۔ ٹھنڈے پُرسکون ماحول میں آکر کچھ دیر کے لیے دونوں خاموش ہو گئے۔ پھر وہ مینیو پر نشان لگانے کے بعد اسے دیکھ کر پوچھنے لگا۔

"بانی داوے' آپ روکس بات پر رہی تھیں؟"

"کب....؟" وہ انجان بن گئی۔

"جب میں آفس سے آیا تھا۔ آپ امی کے سامنے زاروقطار آنسو بہارہی تھیں۔"

"کوئی نہیں زاروقطار تو نہیں بس یونہی آنسو چھلک پڑے تھے اور اگر تم صرف یہی جاننے کے لیے مجھے یہاں لائے ہو تو واپس چلو۔" وہ کچھ برا مان کر بولی تو وہ جھنجلا گیا۔

"یہاں میں اس لیے نہیں لایا۔ لیکن گھر جا کر میں آپ سے اگلوا کر رہوں گا سمجھیں۔"

"اچھا، بس خاموش ہو جاؤ۔" وہ اسے ٹوک کر اطراف کا جائزہ لینے لگی۔ چھت اور دیواروں پر بھی بڑے خوب صورت نقش ونگار بنے تھے۔ جنھیں سراہتی ہوئی اس کی نظریں اچانک اس شخص سے جا ٹکرائیں جو اسے بڑی گہری نظروں سے دیکھ رہا تھا اور اس کے دیکھنے پر نہ چونکا نہ نظروں کا زاویہ بدلا بلکہ پیشانی پر لکیریں ابھر آئی تھیں۔

"کون ہے۔" اس نے سوچا اور فوراً اپنا چہرہ دوسری طرف موڑ لیا۔ لیکن اب اس کے لیے بیٹھنا مشکل ہو گیا تھا۔ وہ شخص پتا نہیں کون تھا جو اس کے پہلو بدلنے اور ناگواری سے دیکھنے کے باوجود اس پر سے نظریں نہیں ہٹا رہا تھا۔ آخر وہ دانت پیس کر سعدی سے بولی۔

"سعدو میں بہت کنفیوز ہو رہی ہوں۔"

"کیوں؟" سعدی اس کے پکارنے پر متوجہ ہوا تھا۔

"وہ شخص مجھے بری طرح گھور رہا ہے۔" اس نے آنکھوں سے ادھر اشارا کرتے ہوئے کہا۔

"ہائیں! کون ہے کس کی اتنی مجال۔" سعدی نے اس کے اشارے کی سمت گردن موڑی لیکن پھر فوراً اپنے رخ پر ہو کر بولا۔

"باپ رے! یہ تو آغا جی ہیں۔"

"کون آغا جی؟" وہ الجھ کر بولی۔

"وہ سارہ کے کزن آغا حسن۔ آپ نہیں جانتیں انہیں یہ میرے باس بھی ہیں۔" وہ گھبرا کر بتا رہا تھا۔

"تو مجھے کیوں گھور رہے ہیں؟" اس نے سادگی سے پوچھا تو وہ ہاتھ مار کر بولا۔

"تو اور کیسے گھوریں گے۔ ان کی کزن کے منگیتر کے ساتھ آپ بیٹھی ہیں۔"

"ارے تو میں تمہاری کون ہوں؟" وہ سمجھ کر غرائی۔

"بھابھی، پیاری بھابھی۔ لیکن انہیں تو نہیں پتا ناں۔ چلیں تعارف کرا دوں۔"

سعدی کہہ کر اٹھ کھڑا ہوا لیکن وہ اسی طرح بیٹھی رہی اور کچھ گردن اکڑا کر بولی۔

"میں تو نہیں جا رہی۔"

"کیوں......؟"

"کیوں کا کیا مطلب؟ میں عورت چل کر جاؤں، جی نہیں، تمہیں اپنی پوزیشن صاف کرنی ہے، تم جاؤ۔" اسے اس وقت سعدی کو ستا کر بہت مزہ آرہا تھا۔

"صرف میرے جانے سے کیا ہو گا۔ جب تک آپ۔"

"یعنی اب میں صفائی پیش کروں۔" وہ فوراً بول پڑی کہ "مسٹر آغا آپ کچھ غلط نہیں سمجھیے گا۔ میں اس کی بھابھی ہوں۔"

"نہیں، آپ کو کچھ کہنے کی ضرورت نہیں ہے۔ بس میں جو کہوں اس پر سر ہلا دیجیے گا۔" سعدی نے بمشکل اپنی جھنجلاہٹ پر قابو پا کر کہا۔

"وہ میں یہیں سے ہلا دوں گی۔ کیسے ایسے یا ایسے۔" اس نے پہلے اثبات میں سر ہلایا پھر نفی میں تو وہ دانت پیستا ہوا اس شخص کے پاس چلا گیا۔

وہ بڑے آرام سے ہتھیلی پر ٹھوڑی ٹکائے ان دونوں کو دیکھنے لگی، لیکن پھر فوراً سنبھل کر بیٹھ گئی کیونکہ سعدی انہیں ساتھ لے کر آرہا تھا اور یہی نہیں ان کے لیے کرسی بھی کھینچ دی اور جب وہ بیٹھ گئے تب اپنی جگہ پر بیٹھتے ہوئے بولا۔

"سر! یہ میری بھابھی ہیں۔ نومیہ، مسز نومیہ آذر۔"

"السلام علیکم، مجھے آغا حسن کہتے ہیں۔" انہوں نے خود ہی اپنا تعارف کرایا تو وہ ان کے سلام کا جواب دے کر بولی۔

"جی ابھی سعدی نے مجھے بتایا تھا کہ آپ سارہ کے انکل ہیں۔"

"حسن اتفاق سے۔" وہ مسکرائے تو وہ اس سے نظریں چرا کر سعدی سے مخاطب ہوئی۔

"سعدی! کیا خیال ہے' کھانا گھر چل کر۔"

"ارے نہیں بھابھی! بس ابھی آرہا ہے۔" سعدی نے فوراً" کہہ کر ویٹر کو اشارا کیا۔

"اوکے مسٹر سعدی! مجھے اجازت۔" آغا حسن کا انداز پروفیشنل تھا یا شاید وہ ہمیشہ اس لہجے میں بات کرتے تھے' وہ سمجھ نہیں سکی۔

"سر پلیز' کھانا آرہا ہے۔ آپ ہمارے ساتھ ضرور شریک ہوں۔ مجھے خوشی ہوگی۔" سعدی نے انہیں اٹھنے نہیں دیا تو وہ برا سا منہ بنا کر دوسری طرف دیکھنے لگی۔

پھر کھانا لگنے پر سعدی نے انہیں متوجہ کیا تو وہ پوچھنے لگے۔

"آپ کے ہسبینڈ کہاں ہوتے ہیں؟"

"اللہ میاں کے پاس۔" اس نے بظاہر بہت سکون سے جواب دیا۔

"او آئی ایم ساری۔" وہ بے حد متاسف سے اسے دیکھے گئے تو وہ پوری اپنی پلیٹ پر جھک گئی۔

"سر! آپ یہ لیجئے ناں۔" سعدی نے اسے مشکل میں دیکھ کر آغا حسن کو اپنی طرف متوجہ کر لیا' تب کہیں وہ کھانا کھا سکی اور کھانے کے دوران جو سعدی نے سیاست کا موضوع چھیڑ دیا تھا۔ وہ کھانے کے بعد بھی ختم ہونے میں نہیں آرہا تھا۔ آخر اس نے اکتا کر ٹوک دیا۔

"سعدی! اب گھر چلو' موی نے امی کو بہت تنگ کر رکھا ہوگا۔"

"سوری ـــ ایک تو میں زبردستی آپ کا مہمان ہوا' مزید آپ کو بور بھی کیا۔" سعدی سے پہلے وہ کہتے ہوئے اٹھ کھڑے ہوئے اور سعدی سے ہاتھ ملا کر چلے گئے۔ تو وہ آزادی کا سانس کھینچ کر بولی۔

"بہت ہی فضول ہو تم۔ گھر چلو' میں تمہیں بتاؤں گی۔"

"کیا بتائیں گی؟"

"بس تم گھر چلو۔" وہ اٹھ کھڑی ہوئی۔

"ایک منٹ بل پے کر لوں۔" سعدی نے ویٹر کو بل لانے کا اشارا کیا تو وہ قریب آکر بولا۔

"بل پے ہو چکا۔"

"کس نے؟ او آئی سی۔ آغا جی نے کیا ہوگا۔ چلیں بھابھی۔" سعدی نے سمجھ کر اسے چلنے کو کہا تو وہ باہر آکر بولی۔

"انہوں نے بل کیوں پے کیا؟"

"یہ آپ ان ہی سے پوچھیے گا۔" وہ کہہ کر بائیک اسٹارٹ کرنے لگا۔

"کبھی ملیں گے تو ضرور پوچھوں گی۔" وہ اس کے پیچھے بیٹھتی ہوئی بولی۔ "اور سن لو' آئندہ میں تمہارے ساتھ کہیں نہیں جاؤں گی۔"

"اچھا بابا! اب راستے میں تو خاموش رہیں۔"

"کیوں خاموش رہوں۔ ایک تو وہ مجھے گھور رہا تھا' اوپر سے لا کے سر پہ بٹھا دیا۔ دل چاہ رہا تھا۔ سوپ کا پیالہ اس کے سر پر الٹ دوں۔ اگر تمہارا سالا نہ ہوتا' تمہیں اگر تمہارا باس نہ ہوتا۔ اچھا اب سمجھی' تم اس کی اتنی خوشامد کیوں کر رہے تھے تاکہ دونوں جگہ معاملہ سیٹ رہے۔ لیکن بل اس نے کیوں پے کیا؟"

اس کی سوئی کسی ایک جگہ نہیں ٹک رہی تھی اور سعدی نے جیسے طے کر لیا تھا کہ کچھ نہیں بولے گا۔ گھر آنے تک وہ اس کی بے سروپا سنتا رہا۔ جب گیٹ سے اندر داخل ہو گیا تب بڑے پیار سے پوچھنے لگا۔

"آذر بھائی بھلا آپ کو کیا کہتے تھے؟"

"بیوقوف۔" وہ بے ساختہ کہہ کر چیخی۔ "کیا مطلب ہے تمہارا؟"

"میں آذر بھائی سے پوری طرح متفق ہوں۔"

وہ کہہ کر رکا نہیں۔ بھاگ کر اپنے کمرے میں بند ہو گیا تو وہ جھنجلاتی ہوئی پہلے اپنے کمرے میں جانے لگی لیکن پھر موی کا خیال آنے پر اسے لینے امی کے کمرے تک آئی تھی کہ ابو کے منہ سے اپنا نام سن کر

دروازے کے پاس ہی رک گئی۔ وہ کہہ رہے تھے۔
"مجھے نومیہ کی زیادہ فکر ہے۔ میں سمجھتا ہوں' وہ ہماری ذمہ داری ہے اور میں اسے ایسے ہی نہیں ٹھکانے رکھنا چاہتا۔"
"ہاں' ابھی اس کی عمر ہی کیا ہے۔ آگے پہاڑ سی زندگی ایسے تو نہیں کٹ سکتی اور میں اب کیا کہوں کاش سعدی کی منگنی نہ ہوئی ہوتی۔" امی کے لہجے میں بے بسی تھی۔
"منگنی ہے کوئی نکاح تو نہیں۔ تم سعدی سے بات تو کرو۔" ابو نے کہا تو امی پُرسوچ انداز میں بولیں۔
"سعدی سے بات کروں اور ادھر سارہ کے ہاں کیا کہیں گے؟"
"ہماری مجبوری ہے۔ ہم آذر کی بیوہ اور بیٹی کو خود سے جدا نہیں کر سکتے اور اپنے پاس رکھنے کا یہی ایک طریقہ ہے کہ سعدی سے اس کا نکاح کر دیں۔"
"ہاں' لیکن سعدی مانے گا تب تو۔"
"اسے منانا پڑے گا۔" ابو کی آواز اونچی ہو گئی تھی جب ہی وہ گھبرا کر وہاں سے چلی آئی۔
"تو امی' ابو بھی یہی چاہتے ہیں۔" وہ سونے کے لیے لیٹی تو سوچنے لگی لیکن سعدی' وہ شاید کبھی نہیں مانے گا کیونکہ وہ سارہ سے بہت محبت کرتا ہے۔ آج اس کے کزن کے آگے کیسے بچھا جا رہا تھا۔
"کزن' آغا حسن۔" اس کے ذہن میں اچانک جھماکا ہوا تھا اور پھر وہ اس سحر پر سوچتے سوچتے سو گئی تھی۔
صبح ناشتا بناتے ہوئے وہ خاصی مضمحل سی تھی۔ روزانہ کی طرح جب سعدی اس کی مدد کو آیا تو کچھ دیر میں اس کی پژمردگی محسوس کر کے کہنے لگا۔
"میرا تو خیال تھا۔ کل کی تفریح سے آپ فریش ہو گئی ہوں گی لیکن آپ تو....."
"باتیں بنانے کے بجائے امی ابو کو ناشتا دے جا کر۔" اس نے ٹرے اٹھا کر سعدی کو تھمائی تو وہ منہ ہی منہ میں جانے کیا بڑبڑاتا ہوا چلا گیا اور کچھ ہی دیر میں واپس آ کر رازداری سے پوچھنے لگا۔
"آپ امی کے کمرے میں گئی تھیں۔"
"ہاں' کیوں؟" وہ بدستور اپنے کام میں مصروف تھی۔
"کتنے پُراسرار لگ رہے ہیں دونوں۔ مجھے لگتا ہے کوئی پلان بنائے بیٹھے ہیں۔ میرے آفس جانے کے بعد ذرا معلوم تو کیجیے گا۔"
"یہ ٹی پاٹ ٹیبل پر رکھو۔" وہ اس کی بات کا نوٹس نہ لیتی ہوئی بولی۔
"ہائیں! یعنی میں بکواس کر رہا ہوں۔" وہ اچھل کر بولا۔
"سعدی! میں بہت ڈسٹرب ہوں۔ پلیز' مجھے تنگ مت کرو۔" وہ کہہ کر کچن سے جانے لگی کہ سعدی نے اس کا بازو تھام لیا۔
"آپ ڈسٹرب ہیں اور امی' ابو پُراسرار لگ رہے ہیں' اس کا مطلب ہے انہوں نے آپ سے کچھ کہا ہے۔"
"نہیں بخدا انہوں نے کچھ نہیں کہا۔" وہ پریشان ہو گئی۔
"پھر.....؟"
"پھر کچھ نہیں۔ تم خوامخواہ کیوں پیچھے پڑ جاتے ہو' چھوڑو مجھے۔"
وہ جھٹکے سے اپنا بازو چھڑا کر کچن سے نکلی اور اپنے کمرے میں بند ہو گئی۔ اصل میں صبح آنکھ کھلنے کے ساتھ اسے پہلا خیال یہی آیا تھا کہ اگر سعدی نے اس سے شادی سے انکار کر دیا تو پھر وہ کہاں جائے گی۔ اگر بالفرض یہاں رہ بھی گئی تو اس کی حیثیت بقول اماں نوکرانی سی ہو کر رہ جائے گی' اسی خیال سے وہ مضمحل اور پریشان تھی اور اس کا دل چاہ رہا تھا کچھ کھا کر سو رہے لیکن پھر ممی۔
"کاش ممی نہ پیدا ہوئی ہوتی۔ لیکن اس کا کیا ہے' وہ تو بچی ہے۔ دادا دادی کے پاس رہ سکتی ہے۔"
"دادا دادی کب تک رہیں گے' ان کے بعد۔" وہ سوچتی اور خود ہی اپنی ہر سوچ کی نفی بھی کر رہی تھی۔
کتنا وقت گزر گیا' ابو اور سعدی آفس جا چکے تھے۔

UrduPhotos.com

اس کے کتنی دیر بعد امی نے اس کے دروازے پر دستک دے کر پکارا تو وہ خود کو سرزنش کرتے ہوئے اٹھی اور دروازہ کھولتے ہوئے کچھ نادم بھی تھی۔

"سوری امی! میرے سر میں درد ہو رہا تھا' موی کہاں ہے؟"

"ابھی کھیلتے کھیلتے سو گئی ہے۔ چلو تم ناشتا کرلو' پھر میں تمہیں ڈاکٹر کے پاس لے چلتی ہوں۔" امی کہہ کر واپس پلٹ گئیں تو وہ پریشان ہو کر ان کے پیچھے آتے ہوئے بولی۔

"کوئی تشویش کی بات نہیں ہے امی! میں ناشتے کے بعد ڈسپرین لے لوں گی۔ بس سر میں درد ہے۔ ٹھیک ہو جائے گا۔"

"اور جو اتنی کمزور ہو رہی ہو۔ چہرہ دیکھو' پیلا زرد۔ سعدی بتا رہا تھا کل تم چکرا کر گری بھی تھیں۔"

"نہیں تو' وہ تو بس یونہی ۔۔۔ اچھا میں ناشتا کرلوں۔"

اس سے کوئی بات نہیں بن پڑی تو ناشتے کے بہانے فوراً" کچن میں آگئی۔ گو کہ اس کا کچھ کھانے کو دل نہیں چاہ رہا تھا۔ لیکن امی کو دکھانے کی خاطر اس نے انڈا فرائی کرلیا اور سلائس گرم کر کے ڈائننگ ٹیبل پر آ بیٹھی اور امی شاید یہی دیکھنے کے لیے وہیں بیٹھی تھیں کہ وہ ناشتا کرتی ہے یا نہیں۔

"آپ کے لیے چائے بناؤں۔" اس نے تھرماس اٹھاتے ہوئے امی کو دیکھا تو وہ جانے کس خیال سے چونک کر بولیں۔

"ہاں' آدھا کپ۔" اس نے کپ میں چائے ڈال کر ان کے سامنے رکھا یا پھر بظاہر سرسری انداز میں پوچھنے لگی۔

"آپ کیا سوچ رہی ہیں امی؟"

"بیٹا! میں بڑی مشکل میں پڑ گئی ہوں۔ سمجھ میں نہیں آرہا کیا کروں۔" امی جیسے اس سے بات کرنے کا سوچ کر بولی تھیں۔

"کیسی مشکل؟" اسے اب براہِ راست متوجہ ہونا پڑا۔

"تم اور سعدی دونوں میرے بچے ہو اور میں دونوں کو خوش دیکھنا چاہتی ہوں' میں صرف ایک کا خیال کر کے دوسرے کو نظرانداز نہیں کر سکتی۔ تمہارے ابو چاہتے ہیں' سعدی اور تمہارا نکاح کر دیا جائے اور چاہتی تو میں بھی یہی ہوں۔ لیکن سعدی کا تمہیں پتا ہے۔ وہ سارہ سے کتنی محبت کرتا ہے' ادھر سارہ کے گھر والے بھی اب شادی کے لیے اصرار کر رہے ہیں۔ ایسے میں بتاؤ میں کیا کروں۔ کیسے سعدی سے یہ کہہ دوں کہ وہ سارہ کا خیال چھوڑ دے اور تم سے نکاح کرلے۔ گو کہ وہ میری بات رد نہیں کرے گا لیکن کیا یہ اس کے ساتھ زیادتی نہ ہوگی۔"

امی بہت بے بس سی ہو کر بول رہی تھیں جب خاموش ہو کر اسے دیکھا تو وہ نظریں چرا گئی۔ بولی کچھ نہیں۔

"تم' تم کیا چاہتی ہو؟" امی نے چند لمحے توقف کر کے پوچھا تو وہ سوچتی ہوئی بولی۔

"میں ہمیشہ آپ کے پاس رہنا چاہتی ہوں۔ آپ کی محبت کے سائے میں لیکن مجھے ڈر ہے' سارہ آجائے گی تو کہیں مجھے اس سائے سے محروم نہ ہونا پڑے۔"

امی اس کا جواب سن کر خاموش ہو گئیں پھر چائے کا کپ خالی کر کے کہنے لگیں۔

"ہمیشہ یہاں رہنے کا تو ایک ہی طریقہ ہے اور اس کے لیے تم خود سعدی سے بات کرو تو زیادہ بہتر ہے۔ ورنہ وہ مجھے الزام دے گا کہ میں نے آذر کی بیوی اور بچی کا سوچا اس کی خوشی کا خیال نہیں کیا جبکہ خدا گواہ ہے' مجھے تم دونوں کی خوشی کا خیال ہے۔"

اس کے ساتھ ہی امی اٹھ کر چلی گئیں اور وہ خود کو بہت تنہا محسوس کرنے لگی تھی۔

♥ ♡ ♡ ♥

عورت کے سر سے سائبان اٹھ جائے تو وہ کتنی بے مایا ہو جاتی ہے۔ یہ اسے اب پتا چلا تھا۔ مرنے والے کے نام کے ساتھ زندگی گزارنے کا تصور اور دعوا جتنا آسان ہوتا ہے۔ اس پر عمل اتنا ہی مشکل' عورت چاہے بھی تو دنیا جینے نہیں دیتی۔ سب سے پہلے

اپنے پرائے ہو جاتے ہیں۔ پھر ایک سائبان کے لیے اسے کیا کچھ نہیں قربان کرنا پڑتا۔ انا' خودداری' ہستی کا غرور' اس کے بعد بھی پتا نہیں سائبانی میسر آئے گی کہ نہیں وہ یہی سوچ سوچ کر بستر سے جا لگی تھی۔

آج تیسرے دن بھی اس کا بخار کم نہیں ہوا تھا۔ ابھی امی اسے دوا دے کر گئی تھیں۔ کچھ دیر بعد سعدی آیا تو اس پر نظریں جما کر کھڑا ہو گیا۔ پتا نہیں کیا چاہتا تھا۔ وہ الجھن محسوس کرتی ہوئی' کبھی ادھر دیکھتی کبھی ادھر پھر تنگ آ کر بولی۔

"بیٹھ جاؤ سعدی! نہیں تو اپنے کمرے میں جاؤ۔"

"بابا!" وہ گہری سانس کھینچتا ہوا کرسی بیڈ کے قریب کھینچ کر بیٹھ گیا پھر اس کی کلائی پر ہاتھ رکھ کر بولا۔ "بخار تو ابھی بھی کم نہیں ہے۔ آخر کیا ہو گیا ہے آپ کو۔ آرام کرنے کا موڈ ہے تو یونہی آرام کر لیں۔ بیمار پڑنے کی کیا ضرورت ہے۔ لے کے پریشان کر کے رکھ دیا ہے سب کو۔"

"واقعی' مجھے کوئی حق نہیں پہنچتا کسی کو مزید پریشان کرنے کا۔" وہ دکھ سے بولی۔

"مزید سے کیا مطلب ہے آپ کا؟"

"کچھ نہیں۔ بس تم جاؤ یہاں سے' میں سوؤں گی۔" اس نے آنکھوں پر بازو رکھ لیا۔ لیکن پھر کچھ دیر میں ہی جھنجلا کر اٹھ بیٹھی کیونکہ وہ بہت مطمئن انداز میں گنگنانے لگا تھا۔

"کیا چاہتے ہو تم.....؟"

"میں چاہتا ہوں' آپ مجھے سمجھیں اور بتائیں کہ آپ کیوں اتنی ڈیپریسڈ ہیں۔ کیا بات آپ کو پریشان کر رہی ہے۔ دیکھیں' اپنے آپ کڑھنے کا کوئی فائدہ نہیں۔ جو بھی بات ہے' کہہ ڈالیے۔" وہ بہت دھیرج سے بول رہا تھا۔

"کیا کہوں؟" وہ آزردگی میں گھر گئی۔

"وہی جو کہنا چاہتی ہیں۔" اس نے حوصلہ دلایا تو وہ ایک دم کہہ گئی۔

"تم مجھ سے شادی کر لو۔" اس کے ساتھ ہی پیشانی گھٹنوں پر رکھ دی جبکہ سعدی کو بڑے زور کا جھٹکا لگا تھا۔ اس کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا کہ وہ ایسا کچھ کہے گی۔ کتنی دیر گنگ بیٹھا بے یقینی سے اسے دیکھتا رہا پھر اسی خاموشی سے اٹھ کر جانا چاہتا تھا کہ اس کی آنسوؤں میں بھیگی آواز نے قدم روک لیے۔

"میں کیا کروں سعدی! مجھے اس گھر سے' گھر کے مکینوں سے محبت ہے۔ میں یہاں سے جانا نہیں چاہتی اور یہاں رہنے کا کوئی جواز بھی نہیں ہے میرے پاس۔"

"تو آپ نے یہ جواز ڈھونڈا ہے؟" وہ طنز سے بولا تھا۔

"صرف میں نے نہیں' امی ابو بھی یہی چاہتے ہیں۔"

"امی ابو۔" اس کی پیشانی پر گہری لکیریں کھنچ گئیں اور جیسے خود کو کچھ کہنے سے روکنے کی خاطر اس نے ہونٹ بھینچے تھے پھر اسی طرح کمرے سے نکل گیا تب گھٹنوں سے سر اونچا کرتے ہی وہ یک لخت پشیمانی میں گھر گئی۔

"اف' یہ میں نے کیا کہہ دیا۔ کیا سوچے گا سعدی کہ میں اسی لیے یہاں رہ رہی ہوں۔"

"سچ تو یہی ہے۔ اماں نے اس لیے تو مجھے یہاں بھیجا ہے۔"

"اور میں ایسی بیوقوف' اماں کے کہنے میں آ گئی۔"

"پھر اور کیا کرتی۔ کہاں جاتی اور تو کوئی نہیں ہے میرا۔"

"پتا نہیں اب سعدی کیا کرے گا۔ ابھی تو غصے میں گیا ہے' بعد میں شاید ٹھنڈے دل و دماغ سے سوچے تو اسے بھی یہی ٹھیک لگے۔"

"لیکن پھر سارہ کا کیا ہو گا؟"

"ہائے بچاری' کتنی محبت کرتی ہے سعدی سے اور سعدی بھی اسے کتنا چاہتا ہے۔ دونوں ایک دوسرے کے بغیر۔"

"اللہ نہیں۔ ان دونوں کو کچھ نہ ہو' میں مر جاؤں۔" وہ اپنے آپ بولے جا رہی تھی۔ معاً" موی کے چیخ کر رونے کی آواز آئی تو وہ بھاگ کر کمرے سے

UrduPhoto.com

نکلی لیکن آگے برآمدے میں ٹھٹھک کر رک گئی۔ مومی تخت سے نیچے گری تھی اور اس سے پہلے پہنچ کر سعدی اسے اٹھا رہا تھا۔ پھر پلٹا تو اسے دیکھ کر بولا۔

"آپ کیوں آگئیں؟"

"لاؤ مجھے دو۔" وہ اس کی بات ان سنی کر کے آگے بڑھ آئی اور مومی کو لینے کے لیے ہاتھ بڑھائے لیکن وہ پیچھے ہٹتے ہوئے بولا۔

"نہیں' آپ کو بخار ہے۔ آپ جائیں' آرام کریں۔"

"بہت آرام کر لیا' لاؤ۔ دیکھو' یہ میرے پاس آنے کے لیے رو رہی ہے۔" وہ اب مومی کو جھپٹنے کے لیے آگے بڑھی تھی' تب ہی امی آگئیں۔

"کیا ہوا بیٹا؟"

"امی! آپ نے مومی کو اکیلا یہاں چھوڑ دیا تھا۔" وہ امی پر خفا ہونے لگا۔

"گر گئی کیا' ہائے کہاں چوٹ لگی ہے۔" امی پریشان ہو گئیں۔

"بس رہنے دیں۔" وہ غصے سے کہتا مومی کو لیے ہوئے باہر نکل گیا تو وہ وہیں تخت پر گر کر رونے لگی۔

"ارے تم کیوں رونے لگیں۔ بیٹا! بچے گرتے ہی ہیں۔ چلو اٹھو' سعدی آگیا تو اور ناراض ہو گا۔" امی نے اس کا سر سہلاتے ہوئے کہا تو وہ آنسو پونچھتی ہوئی اپنے کمرے میں آگئی۔

پھر اگلے دن ایسے ہی بخار کی حالت میں وہ اماں کے گھر جانے کو تیار ہو گئی۔ امی نے کہا بھی کہ طبیعت ٹھیک ہو جائے پھر جانا' سعدی بھی لے جانے کو تیار نہیں ہوا تو اس نے رونا شروع کر دیا۔

"بیٹی! جانے کو منع نہیں کر رہی لیکن ایسی حالت میں جاؤ گی تو تمہارے گھر والے کیا کہیں گے کہ بیمار پڑی تو یہاں بھیج دیا۔"

"بس میں جاؤں گی۔" وہ ایسی ضدی تھی تو نہیں شاید بخار نے چڑچڑا دیا تھا۔ امی نے یہی سمجھ کر اجازت دے دی۔ لیکن آگے سعدی اڑ گیا۔

"میں نہیں لے جاؤں گا۔"

"میں خود چلی جاؤں گی۔" اس نے بیگ کندھے پر ڈال کر مومی کو اٹھا لیا اور امی کو خدا حافظ کہہ کر گیٹ سے نکلی تب وہ فوراً" بائیک گھسیٹتا پیچھے آگیا اور رعب سے بولا۔

"چلیں بیٹھیں۔" وہ خاموشی سے بیٹھ گئی تھی۔ تمام راستہ وہ اپنے آپ جھنجلاتا اور جانے کیا کچھ کہتا رہا۔ وہ چپ چاپ سنتی رہی اور جب گھر کے سامنے اتری تب بھی بس اتنا کہا۔

"شام میں مت آنا۔"

"کیوں؟"

"میں یہیں رہوں گی۔" وہ کہہ کر اندر آگئی۔ اس کا ردِعمل دیکھنے کی کوشش ہی نہیں کی تھی۔

"ہائیں! تمہیں کیا ہوا ہے۔" اماں نے اس کا زرد چہرہ دیکھتے ہی ٹوکا تو وہ پھٹ پڑی۔

"آپ کو کیا؟ آپ کی بلا سے میں مروں یا جیوں' آپ نے تو مجھے ایسے لاوارثوں کی طرح چھوڑ دیا ہے۔ میں آپ کی بیٹی نہیں ہوں' صرف سعدیہ اور فرح ہی آپ کی اولاد ہیں۔ میرا کوئی نہیں ہے۔ میرا کوئی نہیں ہے۔" وہ رونے لگی تھی۔

"ارے بیٹی۔" اماں نے کھینچ کر اسے اپنے ساتھ لگایا۔ "سعدیہ! پانی لاؤ بہن کے لیے۔ فرح! ادھر آ کر مومی کو اٹھاؤ۔"

"اللہ آپی! کیوں رو رہی ہیں۔" فرح نے مومی کو اٹھاتے ہوئے کہا۔

"آپی! پانی لیں۔" سعدیہ فوراً" پانی لے آئی تھی۔ اماں نے گلاس لے کر اس کے منہ سے لگایا۔ پھر کچھ پانی ہاتھ میں لے کر اس کے چہرے پر ڈالتی ہوئی بولیں۔

"کیوں لاوارثوں کی طرح چھوڑوں گی میں تمہیں' بس ذرا اطمینان اس لیے ہے کہ تمہارے سسرال والے اچھے ہیں۔"

"وہ کتنے بھی اچھے ہوں۔ میں اب وہاں نہیں جاؤں گی۔" اس نے ناراضی سے کہا۔

"اچھا مت جانا۔ کوئی زبردستی تھوڑی ہے۔" اماں

UrduPhoto.com

اس کی دلجوئی کرنے لگیں۔ تو دھیرے دھیرے وہ کچھ پُرسکون سی ہو کر سو گئی تھی۔

♥ ♡ ♡ ♥

وہ نومیہ کی بات سے بہت ڈسٹرب ہو گیا تھا اور جیسا کہ اس نے کہا تھا کہ امی' ابو بھی یہی چاہتے ہیں تو اس سے وہ سمجھ گیا کہ ان ہی کے کہنے پر نومیہ نے اس سے شادی کا کہا ہے۔ ورنہ خود سے وہ ایسا نہیں سوچ سکتی تھی۔ اس کے بارے میں وہ آذر بھائی کی رائے سے پوری طرح متفق تھا کہ وہ بے وقوفی کی حد تک سادہ ہے۔ ہر ایک کی باتوں میں آجاتی تھی۔ اس لیے اس کا غصہ اور ناراضی نومیہ سے ہٹ کر امی کی طرف منتقل ہو گئی تھی کہ انہوں نے اس کی سارہ کے ساتھ وابستگی جاننے کے باوجود ایسا کیوں سوچ لیا اور پھر بجائے پہلے خود اس سے بات کرنے کے نومیہ سے کہلوا دیا۔ جسے وہ شروع سے بھابھی سے زیادہ بہن سمجھتا تھا اور وہ بھی ہمیشہ یہی کہتی تھی۔

"سعدی! اللہ نے میری بھائی کی کمی پوری کر دی۔ سچ اگر میرا سگا بھائی ہوتا تو وہ بالکل تمہارے جیسا ہوتا۔"

"اور اگر میری سگی بہن ہوتی تو وہ بالکل آپ جیسی ہوتی۔" وہ بھی فوراً" اس کی بات دہراتا تھا۔

اور ایسے مقدس اور پیارے رشتے کے درمیان امی نے کیا شوشہ چھوڑ دیا تھا۔ وہ سوچ سوچ کر پریشان تھا اور ایسے منتشر ذہن کے ساتھ وہ کیا کام کرتا' ادھر کی فائل ادھر' ادھر کی ادھر۔ خود اسے پتا نہیں تھا کہ کیا کر رہا ہے۔ جب اس کے ایک ساتھی نے ٹوکا تب اپنی غلطیوں کا احساس کر کے وہ بقیہ کام چھوڑ کر بیٹھ گیا اور پھر گھر جانے کا سوچ رہا تھا کہ آغا حسن کا بلاوا آگیا' وہ سمجھ گیا۔ کچھ دیر پہلے انہیں جو پیپرز بھیجے ہیں' ان میں کوئی غلطی ہو گئی ہے جب ہی ان کی طرف سے سخت سست سننے کے لیے تیار ہو کر وہ ان کے کمرے میں آیا تھا۔

"یس سر۔"

"پلیز۔" آغا حسن نے فائل پر سے نظریں ہٹائے بغیر اسے بیٹھنے کا اشارا کیا پھر کچھ دیر بعد اسے دیکھ کر پوچھنے لگے۔

"کیا پیئیں گے؟"

"جی۔" وہ چونکہ سخت سست سننے کا منتظر تھا اس لیے حیران ہوا۔

"میرا خیال ہے' اس وقت آپ کو اسٹرانگ چائے کی ضرورت ہے۔" انہوں نے انٹر کام پر چائے کا کہا پھر اس کی طرف متوجہ ہو کر بولے۔ "مجھے آپ کی طبیعت ٹھیک نہیں لگ رہی۔ ایسا ہی ہے ناں یا کوئی پرابلم۔؟"

"نو سر! نو پرابلم۔" اس نے گہری سانس سینے میں روک کر کہا تو وہ مسکرا کر بولے۔

"اگر تم مجھے اس وقت سر نہ کہو تو میرا خیال ہے' ہم دوستوں کی طرح بات کر سکتے ہیں۔"

"جی!"

"تو اب دوستوں کی طرح بتا دو کہ کیا پرابلم ہے۔ جس میں الجھ کر تم نے سارے حساب کتاب الجھا دیے ہیں۔" انہوں نے اپنے سامنے سے فائل اٹھا کر اس کے سامنے رکھتے ہوئے کہا تو وہ جز بز ہو کر بولا۔

"سوری سر۔"

"نو' نو سر۔" انہوں نے ٹوکا۔

"آئی ایم سوری' اصل میں۔" اس کی سمجھ میں نہیں آیا کیا کہے۔

"کیا اصل میں' سارہ سے لڑائی ہو گئی ہے کیا؟" انہوں نے فوراً" قیاس ظاہر کیا تو وہ بھی فوراً" بولا۔

"جی نہیں۔"

"پھر کیا بات ہے؟"

"میں صبح سے کچھ اچھا محسوس نہیں کر رہا۔ شاید میرا بلڈ پریشر لو ہو رہا ہے۔"

"اوہ! یہ تو اچھی بات نہیں ہے۔ فوراً" چیک کراؤ۔"

"جی!"

"اور وہ جو اس روز تمہارے ساتھ تھیں تمہاری بھابھی وہ تمہارے ساتھ رہتی ہیں؟" اس نے اثبات

میں سرہلا دیا۔

"بچے بھی ہیں ان کے؟"

"ایک بیٹی ہے سال بھر کی۔"

"بڑی ٹریجڈی ہوئی ان کے ساتھ۔ میرا سلام کہیے گا انہیں۔" انہوں نے بہت سرسری انداز میں کہا تو وہ ایک دم یاد آنے پر بولا۔

"انہیں ایک شکایت ہے آپ سے۔"

"مجھ سے۔" وہ حیران ہوئے۔

"جی وہ یہ کہ اس روز بل آپ نے کیوں پے کیا تھا؟" اس نے بتایا تو وہ بے ساختہ مسکرا کر بولے۔

"کیونکہ میں باقاعدہ انوائیٹڈ نہیں تھا۔ ان سے کہیے گا اگر انہیں بل پے کرنے کا شوق ہے تو مجھے باقاعدہ انوائیٹ کریں۔"

"میں انوائیٹ کر رہا ہوں لیکن کسی ریسٹورینٹ میں نہیں بلکہ گھر آئیے گا۔" اس نے کہا تو وہ بس سرہلا کر رہ گئے، پھر کچھ دیر رک کر وہ ان سے اجازت لے کر آفس سے نکل آیا تھا۔

اور جب وہ گھر میں داخل ہوا تو غیر معمولی خاموشی کا احساس ہونے پر اسے یاد آیا کہ نومیہ صبح اپنی اماں کے ہاں گئی تھی اور ظاہر ہے، موی بھی اس کے ساتھ تھی جب ہی خاموشی چھائی تھی۔

"نومیہ کو نہیں لائے؟" امی نے اسے دیکھتے ہی پوچھا۔

"نہیں۔ انہوں نے منع کیا تھا۔" اس نے بتایا تو امی تعجب سے پوچھنے لگیں۔

"کیوں، آج وہیں رہے گی کیا؟"

"مجھے کیا پتا، آپ کو بتا کر نہیں گئیں کہ کتنے دن وہاں رہیں گی۔" وہ چڑ کر بولا۔

"رہنے کی بات تو نہیں کی تھی اس نے، فون بھی نہیں ہے ان کے ہاں جو معلوم کروں۔" امی پر سوچ انداز میں اپنے آپ سے بولنے لگی تھیں، وہ سر جھٹک کر اپنے کمرے میں آ گیا۔

اگلے دن چھٹی تھی اور یہ پہلا موقع تھا کہ اسے چھٹی کا دن یاد نہیں تھا، جب ہی صبح معمول کے مطابق اٹھ گیا اور روزانہ کی طرح ناشتا بنانے میں نومیہ کی مدد کرنے کے ارادے سے کچن میں آیا تو آگے امی کو دیکھ کر اسے اپنے آپ پر غصہ آیا کہ وہ یہ کیوں بھول جاتا ہے کہ نومیہ یہاں نہیں ہے اور شاید اب کبھی یہاں نہیں آئے گی۔

"آج جلدی کیسے اٹھ گئے؟" امی نے اسے دیکھ کر پوچھا۔

"ایک کام سے جانا ہے۔ آپ ٹھیں میں بنا لوں گا چائے وائے۔"

"بن چکی، تم یہ ٹرے ابو کے پاس لے جاؤ۔" امی نے کہا تو اس نے ٹرے اٹھالی۔

پھر ناشتے کے بعد وہ تیار ہو کر گھر سے نکل آیا۔ کیونکہ موی کے بغیر گھر کاٹنے کو دوڑ رہا تھا۔ پھر امی سے جو جھوٹ بول چکا تھا کہ کام سے جانا ہے وہ بھی نبھانا تھا۔ یوں دو گھنٹے وہ بے مقصد بائیک دوڑاتا رہا۔ اس کے بعد بھی گھر جانے کو دل نہیں چاہا تو سارہ کے گھر آ گیا۔

"آج ہم تمہاری ہی طرف جانے کا پروگرام بنائے بیٹھے ہیں۔" سارہ کی امی نے چھوٹتے ہی کہا تو وہ مروتاً بولا۔

"چلیں ابھی چلیں۔"

"ابھی نہیں شام میں۔ تمہارے ابو کو کہیں جانا تو نہیں ہے ناں۔ مجھے ان ہی سے بات کرنی ہے، تمہاری شادی کے سلسلے میں آخر انہوں نے کیا سوچا ہے۔" انہوں نے اپنے جانے کا مقصد بتا کر پوچھا تو وہ کچھ دیر رک کر کہنے لگا۔

"میں آپ کو اپنے گھر جانے سے تو منع نہیں کروں گا آنٹی لیکن۔ خاص اس مقصد سے ابھی نہیں جائیں۔ کیونکہ پچھلے کئی دنوں سے بھابھی کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔ شاید ٹائی فائڈ ہو گیا ہے جب ہی بخار اتر نہیں رہا۔ امی ابو ان کے لیے پریشان ہیں۔ ایسے میں وہ میری شادی کے بارے میں ٹھیک سے کچھ نہیں کہہ سکیں گے۔"

"تو تم نے پہلے نہیں بتایا چلو پھر آج نومیہ ہی کو دیکھ

UrduPhoto.com

آئیں گے۔" انہوں نے کہا تو وہ سٹپٹا کر بولا۔
"نہیں' بھابھی تو گھر پر نہیں ہیں۔ میرا مطلب ہے' بہت گھبرا رہی تھیں ابھی میں انہیں ان کے میکے چھوڑ کر آرہا ہوں۔"
"بخار کی حالت میں۔"
"جی پہلے ڈاکٹر کے پاس لے گیا تھا پھر وہاں سے وہ ادھر چلی گئیں۔ آجائیں گی ایک دو دن میں تو میں آپ کو مطلع کردوں گا۔"
اسے جھوٹ پر جھوٹ بولنا پڑ رہا تھا۔ جب ہی موضوع بدل گیا۔
"وہ آنٹی! سارہ کہاں ہے۔ مجھے اس سے کام ہے۔"
"ہاں میں بھیجتی ہوں اسے۔" وہ کہتی ہوئی چلی گئیں تو اس نے گہری سانس کھینچ کر خود کو ڈھیلا چھوڑ دیا۔
کچھ دیر بعد سارہ ڈرائنگ روم میں داخل ہوئی تو وہ اسے دیکھتے ہی اٹھ کھڑا ہوا۔
"سنو میں یہاں نہیں بیٹھ سکتا۔ میرے ساتھ باہر چلو۔"
"باہر کہاں؟"
"کہیں بھی' اتنا بڑا شہر ہے جاؤ امی سے اجازت لے آؤ میں باہر انتظار کررہا ہوں۔"
وہ اسے کچھ کہنے کا موقع دیئے بغیر باہر نکل آیا اور اسے زیادہ انتظار نہیں کرنا پڑا۔ کچھ دیر بعد ہی وہ آگئی تھی۔

♥ ♡ ♡ ♥

رات اس نے سوچا تھا کہ وہ سارہ کو اس نئی صورتحال سے آگاہ کرے گا۔ یعنی اسے بتائے گا کہ امی ابو نومیہ کے لیے کیا سوچ رہے ہیں۔ اور پھر اس سے کہے گا کہ وہ فی الحال اپنے گھر والوں کو اس کے ہاں نہ آنے دے جب تک وہ امی ابو کو اپنے حق میں ہموار نہ کرلے۔ اس وقت وہ یہی سب کہنے کے لیے اسے اپنے ساتھ لایا تھا' لیکن اب شش و پنج میں تھا کیونکہ جو کچھ اس نے سوچا تھا وہ کہہ دینا آسان نہیں لگا۔ گو کہ جتنا اسے اپنی محبت پر بھروسا تھا اسی قدر سارہ پر۔ پھر بھی وہ ہمت نہیں کرپا رہا تھا۔
"سنو' تمہیں کس نے کہا ہے کہ تم چپ بیٹھے سوچتے ہوئے اچھے لگتے ہو۔"
کتنی دیر اس کے متوجہ ہونے کا انتظار کرنے کے بعد بالآخر مایوس ہو کر سارہ نے اس کے سامنے ٹیبل پر ہاتھ مارتے ہوئے کہا تو وہ چونک کر اسے دیکھنے لگا۔
"کیا بات ہے اتنے مایوس کیوں نظر آرہے ہو؟"
"مایوس نہیں ہوں یار۔" وہ کرسی کی بیک سے کمر ٹیک کر سینے پر دونوں ہاتھ باندھتے ہوئے بولا۔ "اور تم بھی مایوس مت ہونا۔"
"کس بات سے۔؟" وہ کچھ کھٹکی تھی۔
"ہے ایک بات۔ سوچ رہا ہوں تم سے کہوں یا نہیں۔ ڈر رہا ہوں کہیں تم بدگمان نہ ہوجاؤ۔" اس نے سوچتے ہوئے خدشہ ظاہر کیا۔
"بدگمان تم سے' نہیں سعدی! اگر مجھے تمہاری طرف سے بدگمان ہونا ہوتا تو کب کی ہوچکی ہوتی۔" سارہ نے کہا تو اس نے چونک کر پوچھا۔
"کیا مطلب؟"
"بھئی' تمہارے گھر میں ایک خوبصورت سی لڑکی رہتی ہے۔ اور میں تم سے جھوٹ نہیں بولوں گی سعدی! شروع میں میرے اندر یہ خدشہ پیدا ہوگیا تھا کہ کہیں تم ہمدردی میں یا کسی بھی جذبے کے تحت اپنی محبت کی قربانی دے کر نومیہ کو نہ اپنا لو لیکن جب میں نے دیکھا کہ تم اسے سگے بھائیوں کی طرح پیار کرتے ہو تب سے میں مطمئن ہوگئی۔"
سارہ نے صاف گوئی سے کہا تو وہ بس اسے دیکھتا رہ گیا۔ یہ بھی اچھا ہوا کہ اس وقت ویٹر اس کا آرڈر سرو کرنے آگیا تھا۔ جب ہی سارہ کا دھیان ہٹ گیا ورنہ ٹوکتی ضرور' اور جب ویٹر چلا گیا تب پوچھنے لگی۔
"ویسے تم لوگوں نے ان کے بارے میں کیا سوچا ہے۔ میرا مطلب ہے ان کی شادی' کیونکہ ابھی ان کی عمر تو اتنی نہیں ہے۔ میرے برابر ہی ہوں گی یا سال دو سال بڑی۔"

"ہاں سوچنا تو پڑے گا۔" وہ اب اس موضوع کو ٹالنا چاہتا تھا۔ کیونکہ سارہ نے جس طرح اس پر اعتماد کا اظہار کیا تھا' اس کے بعد وہ یہ مسئلہ اس کے سامنے نہیں رکھ سکتا تھا۔

"تمہارے امی ابو کیا کہتے ہیں؟"

"سوچ رہے ہیں وہ بھی' دیکھو کیا کرتے ہیں۔ چلو تم یہ سینڈوچ لو۔" اس نے سارہ کا دھیان بٹانے کے لیے پلیٹ اس کے سامنے رکھی لیکن اسے جیسے بات کرنے کا موقع ملا تھا' فوراً بولی۔

"میری نظر میں ایک پرپوزل ہے۔ میں بہت دنوں سے سوچ رہی تھی کہ تم سے کہوں لیکن۔۔۔!"

"کون۔۔۔؟" وہ یکدم پوری جان سے متوجہ ہوا تھا۔

"میرے کزن آغا حسن! تم جانتے ہو انہیں۔" سارہ نے کہا تو اس کی پیشانی پر شکنیں پڑ گئیں۔

"میرا خیال ہے' وہ شادی شدہ ہیں اور شاید ان کے بچے بھی ہیں۔"

"ہاں دو بچے ہیں لیکن بیوی نہیں ہے۔" سارہ نے اعتراف کے ساتھ بتایا تو وہ خاموش ہو گیا۔ پھر قدرے توقف سے سارہ خود ہی کہنے لگی۔

"آغا اپنی بیوی کو طلاق دے چکے ہیں۔ بلکہ اس نے خود طلاق لی تھی کیونکہ وہ کسی اور کو پسند کرتی تھی۔ بمشکل تین سال آغا کے ساتھ رہی پھر دونوں بچے ان کے حوالے کر کے چلی گئی۔ اس کے بعد آغا کو شاید کسی عورت پر اعتبار نہیں رہا۔ ان کے والدین ان کا دوبارہ گھر بسانے کی آرزو لیے دنیا سے اٹھ گئے۔"

"تو اب وہ کیسے آمادہ ہوں گے؟"

"میں بلکہ ہم دونوں کوشش کرتے ہیں۔ سچ سعدی! اگر ان دونوں کی شادی ہو جائے تو ان کے بچوں کا مسئلہ حل ہو جائے گا' ہے ناں۔" سارہ نے اس سے تائید بھی چاہی۔

"ہاں دیکھو' ابھی تو تم نے چائے ٹھنڈی کر دی ہے۔" اس نے چائے کو دیکھتے ہوئے برا سا منہ بنایا جس پر تیوری سی بن گئی تھی۔

"تمہاری باتوں میں ٹھنڈی ہو گئی۔" وہ ہنستے ہوئے بولی۔

"اس وقت سے تم بولے جا رہی ہو۔"

"حالانکہ بولنا تم چاہتے تھے' ارے تمہاری بات تو رہ ہی گئی۔ چلو اب کہو' کیا کہہ رہے تھے۔" سارہ نے یاد آنے پر کہا تو وہ اب اطمینان سے بولا۔

"میں تمہیں یہی کہنا چاہتا تھا یعنی نومیہ کی شادی البتہ آغا حسن میرے ذہن میں نہیں تھے اور ہاں ایک اور بات کہ جب تک نومیہ کی شادی نہیں ہو جاتی میں شادی نہیں کر سکتا۔ اسے تم میری مجبوری سمجھ لو اور اس کے لیے تمہیں میرے ساتھ تعاون کرنا ہے۔"

"کیسا تعاون؟" وہ اس کی بات پر اندر ہی اندر جز بز ہو رہی تھی۔

"تمہارے ماں باپ تمہاری شادی پر اصرار کر رہے ہیں اور میں چاہتا ہوں انہیں تم کسی بہانے سے روکو کیونکہ میں اگر کہوں گا کہ میں نومیہ کے بعد شادی کروں گا تو یہ بات شاید انہیں بری لگے۔ تم سمجھ رہی ہو ناں۔"

"ہاں' لیکن میں کیا بہانا کروں اور پھر پتا نہیں امی ابو مانیں گے بھی کہ نہیں۔" سارہ شاید دامن بچا رہی تھی۔

"تمہیں ہر صورت انہیں منانا ہے سارا میری خاطر۔" اس نے زور دے کر کہا تو وہ زچ ہو کر بولی۔

"آخر تم ایسا کیوں چاہتے ہو۔ کیا مجبوری ہے تمہارے ساتھ؟"

"یہ میں تمہیں ابھی نہیں بتا سکتا اور پلیز' تم ضد نہیں کرنا۔ بس مجھے یہ اطمینان دلا دو کہ تمہاری طرف سے فوری شادی کا تقاضا نہیں ہو گا۔"

"نہیں ہو گا۔" وہ فوراً بولی تھی۔

"ناراض ہو کر کہہ رہی ہو۔" وہ اسے اپنی نظروں کی گرفت میں لے کر پوچھنے لگا۔

"ہاں' بہت زیادہ اور سنو جب تک تم نومیہ کی شادی نہ کر لو۔ مجھ سے مت ملنا۔" اب سارہ کے لہجے اور ہر انداز سے ناراضی ظاہر ہو گئی تھی جبکہ وہ بوکھلا گیا۔

UrduPhoto.com

"یہ' یہ کیا کہہ رہی ہو۔ یہ نہیں ہو سکتا' تم جانتی ہو۔ میں دو دن تمہیں نہ دیکھوں تو میری دنیا اندھیر ہونے لگتی ہے اور پھر نومیہ کی شادی کے لیے بھی تو ہم دونوں نے مل کر کوشش کرنی ہے۔"

"اچھا بس اب چلو۔" سارہ اٹھنے لگی تو وہ اس کے ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بولا۔

"پہلے وعدہ کرو' میرا ساتھ دو گی۔"

"دے تو رہی ہوں اور کیسے دوں۔"

"ایسے۔" وہ اس کا ہاتھ زور سے دبا کر اٹھ کھڑا ہوا تھا۔

پھر سارہ کو گھر چھوڑ کر اس نے سوچا' پہلے نومیہ کے پاس جائے اور پوچھے کہ اس کا کیا پروگرام ہے۔ اسی بہانے مومی سے بھی مل لے گا' اصل میں وہ مومی کے لیے بے چین ہو رہا تھا لیکن نومیہ پر اپنی اس کمزوری کو وہ ظاہر نہیں کرنا چاہتا تھا۔ اس لیے بہانا سوچ رہا تھا اور بس یہی سوچتے سوچتے ہی وہ گھر آ گیا تو آگے امی یوں دیکھنے لگیں جیسے وہ پتا نہیں کیا بھول آیا ہو اور وہ سمجھ کر بھی انجان سا بنا کر اپنے کمرے میں آ گیا اور ابھی جوتے اتار رہا تھا کہ امی آ کر پوچھنے لگیں۔

"نومیہ کو نہیں لائے؟"

"میں انہیں لینے نہیں گیا تھا۔" وہ ان کی طرف دیکھے بغیر بولا۔

"پتا ہے کام سے گئے تھے۔ واپسی میں نہیں لا سکتے تھے۔" امی نے غصے سے کہا تو وہ بھی تیز ہو کر بولا۔

"کیوں؟ کیوں لاؤں جب وہ آنا نہیں چاہتیں اور آپ کیوں انہیں زبردستی یہاں رکھنا چاہتی ہیں۔ اس گھر سے اب ان کا کوئی تعلق نہیں۔ انہیں اپنی زندگی جینے دیں۔ یہاں رہ کر وہ اپنے بارے میں کوئی فیصلہ نہیں کر سکیں گی۔"

"وہ کیا فیصلہ کرے گی۔ ابھی اس کے بڑے موجود ہیں' اس کی فکر کرنے والے اور یہ تم نے کیسے کہہ دیا کہ اس کا اس گھر سے کوئی تعلق نہیں۔"

"کیا تعلق ہے۔ آپ کی پوتی کی ماں' یہ کوئی ایسا تعلق نہیں ہے جس کی بنا پر آپ انہیں ہمیشہ کے لیے یہاں رکھ لیں۔"

"تمہیں آخر اس سے کیا دشمنی ہے۔ وہ تم پر بوجھ تو نہیں ہے۔ اللہ کا شکر ہے تمہارے باپ کمانے والے ہیں۔" امی نے کہا تو وہ دکھ سے بولا۔

"یہ کیا بات کہی آپ نے۔"

"غلط نہیں کہی۔"

"بالکل غلط اور مجھے بھی غلط سمجھ رہی ہیں آپ۔ میں اگر ان کا دشمن ہوتا تو آپ کی طرح سوچتا۔"

"میں دشمن ہوں اس کی۔؟"

"صرف ان کی ہی نہیں' میری بھی دشمن ہیں۔" وہ کہہ کر کمرے سے ہی نہیں گھر سے بھی نکل آیا تھا۔

♥ ♡ ♡ ♥

رات وہ بہت دیر سے گھر لوٹا تھا۔ صرف اس لیے کہ امی سے سامنا نہ ہو۔ اس کے خیال میں وہ سو چکی ہوں گی' لیکن آگے دروازہ کھولنے کو وہی موجود تھیں پھر اس کے پیچھے پیچھے کمرے میں چلی آئیں۔

"کھانا کھاؤ گے؟"

"نہیں کھا چکا ہوں' آپ سوئیں آرام سے۔" وہ ان کے آنے سے جز بز ہوا اور انہیں ٹالنا بھی چاہا لیکن وہ پتا نہیں کیا سوچے ہوئے تھیں۔ اس کے بیڈ پر بیٹھتے ہوئے بولیں۔

"فکروں میں نیند کہاں آتی ہے۔"

"آپ نے خوامخواہ کی فکریں پال رکھی ہیں۔" وہ کہتا ہوا وارڈ روب سے اپنے کپڑے نکال کر واش روم میں بند ہو گیا اور کچھ دیر بعد جب چینج کر کے نکلا تو امی کو بیٹھے دیکھ کر جھنجلا گیا۔

"اب کیا مسئلہ ہے؟"

"نومیہ کو لے آؤ۔ مومی کے بغیر دل نہیں لگتا۔ گھر سونا ہو گیا ہے۔ تم سارا دن گھر پر رہو تو تمہیں پتا چلے۔" انہوں نے کہا تو وہ خود پر قابو پا کر ان کے پاس آ بیٹھا اور ان کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے بولا۔

"میں جانتا ہوں امی! لیکن اس کا کوئی فائدہ نہیں۔ وہ چند دن یہاں رہیں گی پھر چلی جائیں گی' اس لیے بہتر یہ ہے کہ آپ بھی ان کے بغیر رہنے کی عادت

ڈالیں۔"

"تمہیں اب میں کیا کہوں۔" امی عاجز سی ہو کر بولیں۔

"جو آپ کہنا چاہتی ہیں' وہ میں اچھی طرح سمجھ رہا ہوں اور یہ ممکن نہیں ہے۔ اگر آپ کو گھر سونا لگتا ہے تو آپ سارہ کو لانے کی بات کریں۔" اس نے بھی اب صاف بات کرنے کی ٹھان لی۔

"اور نومیہ کا کیا ہو گا؟" امی کے ذہن پر طرف نومیہ سوار تھی۔

"وہ آپ کی ہماری ذمہ داری نہیں ہے پھر بھی میں ضرور کوشش کروں گا کہ ان کی کہیں اچھی جگہ شادی ہو جائے۔"

"تم کوشش نہ کرو' تب بھی اس کی شادی ہو جائے گی۔ محروم تو ہم رہیں گے۔ جوان جہان بیٹا اللہ نے لے لیا اور جو اس کی ایک نشانی مومی' دل کی تسکین کا باعث تھی اسے بھی اب ترسیں گے۔" امی کی آواز بھرا گئی تھی۔

"کیوں ترسیں گے۔ میں صبح ہی مومی کو لے آؤں گا۔" اس نے فوراً" کہا تو امی بھی فوراً" بولی تھیں۔

"کوئی ضرورت نہیں ہے صرف مومی کو لانے کی' وہ نومیہ کے ساتھ آئے گی ورنہ نہیں۔"

"تو پھر بھول جائیں دونوں کو۔" وہ چڑ کر بولا تھا۔

"ہاں بھول جاؤں گی لیکن ماں سے بچہ جدا کرنے کا ظلم کبھی نہیں کروں گی۔" امی کے آنسو ایک تواتر سے بہہ نکلے تھے۔ اس نے انہیں اپنے ساتھ لگانا چاہا لیکن وہ اس کے ہاتھ جھٹک کر چلی گئیں۔

"یا اللہ کس قدر جذباتی ہوتی ہیں یہ عورتیں اور جس بات پر اڑ جائیں توبہ توبہ۔

اس نومیہ کی بچی کو تو میں چھوڑوں گا نہیں' عزت راس ہی نہیں آ رہی اسے۔ بھابھی بھابھی کہتے میری زبان گھس رہی ہے اور وہ مسکین سی بن کر کہتی ہے مجھ سے شادی کر لو۔ اس کی تو میں وہ شادی کراؤں گا کہ ہو۔"

وہ نیند آنے تک باقاعدہ آواز سے سوچتا رہا تھا۔

♥ ♡ ♡ ♥

پھر اگلے کئی دن وہ خود پر جبر کرتا رہا گو کہ امی کا رونا اور ان کی آزردگی بری طرح محسوس کر رہا تھا اور خود اس کا دل بھی چاہتا تھا کہ جا کر نومیہ اور مومی کو لے آئے لیکن صرف اس خیال سے رکا ہوا تھا کہ کہیں امی نومیہ اور مومی کو اس کی کمزوری سمجھ کر پھر اپنا مطالبہ نہ دہرانا شروع کر دیں۔

ادھر امی نے اس روز کے بعد سے پھر اس سے کچھ نہیں کہا تھا۔ جبکہ وہ اب ان کے کہنے کا انتظار کر رہا تھا۔ لیکن انہوں نے پتا نہیں کیا سوچ لیا تھا شاید اس کی طرف سے مایوس ہو کر وہ نومیہ اور مومی کے بغیر رہنے کی عادت ڈال رہی تھیں اور اس خیال سے وہ مطمئن تو تھا لیکن سارہ کے ساتھ وہ جو نومیہ کی شادی کا پروگرام بنا چکا تھا تو اس کے لیے نومیہ کی یہاں موجودگی ضروری تھی تب ہی تو وہ اسے آغا حسن سے ملوا سکتا تھا۔ اسے یقین تھا کہ دو تین ملاقاتوں میں ہی وہ دونوں ایک دوسرے سے متاثر ہو کر سنجیدگی سے سوچنے لگیں گے' اور فی الحال تو وہ نومیہ کو لانے کی سوچ رہا تھا اور کیونکہ امی اب اس کا تذکرہ بھی نہیں کرتی تھیں۔ اس لیے اس کی ہمت نہیں ہو رہی تھی خود سے اس کا ذکر چھیڑنے کی۔

روزانہ آفس سے واپسی پر تمام راستے وہ یہی سوچتا تھا کہ گھر میں داخل ہوتے ہی بھابھی بھابھی پکارنا شروع کر دے گا۔ شاید اسی بہانے امی کچھ کہیں۔ لیکن اس سے یہ بھی نہیں ہو سکا۔ پورا ایک مہینہ ہو گیا تھا اسے گئے ہوئے۔ اس وقت وہ یہی حساب لگا رہا تھا کہ نظروں کے عین سامنے اس کا چہرہ آ گیا۔

"بھابھی!" وہ سگنل کی پروا کیے بغیر بائیک اس کے قریب لے گیا۔ "سگنل کھلنے والا ہے۔ جلدی سے بیٹھ جائیں ورنہ۔"

"ورنہ کیا۔" وہ جو اس کی بائیک قریب آنے پر بوکھلا گئی تھی وارننگ پر پریشان بھی ہو گئی۔

"یہ ساری گاڑیاں آپ کو روندتی ہوئی گزریں گی۔" اس نے کہا تو وہ ادھر ادھر دیکھ کر جلدی سے اس

UrduPhoto.com

کے پیچھے بیٹھ گئی۔
"امی کو یہی سعادت مندی نہیں بھولتی۔" وہ اپنے آپ سے بولا تھا۔
"مجھ سے کچھ کہہ رہے ہو۔"
"ارے آپ سے تو بہت کچھ کہنا سننا ہے۔" اس نے کہہ کر اسپیڈ سے بائیک بھگا دی۔ کچھ دیر بعد وہ پیچھے سے چلانے لگی تھی۔
"کہاں جا رہے ہو سعدی! مجھے پلیز گھر چھوڑ دو۔ ممی پریشان ہو رہی ہوں گی اور سب کو تنگ کر رکھا ہو گا۔ تم بس مجھے یہیں اتار دو، میں خود چلی جاؤں گی۔"
وہ جیسے سن ہی نہیں رہا تھا۔ اپنی دھن میں مگن جانے کن راستوں پر بائیک دوڑاتا ہوا جب ایک ریسٹورینٹ کے سامنے رکا، تب اسے دیکھ کر بولا۔
"پہلے تو بہت بولتی تھیں آپ۔"
"تم ابھی تک بہرے ہو، علاج نہیں کرایا اپنا۔" اس نے سلگ کر کہا تو وہ کان میں انگلی ڈال کر ہلاتا ہوا بولا۔
"فرصت ہی نہیں ملتی۔"
"مجھے یہاں لانے کی فرصت ہے۔"
"ارے تم سے تو مجھے پرانے بدلے لینے ہیں۔"
"ہائیں تم۔ خبردار جو مجھ سے تم تو تڑاخ سے بات کی تو۔ بڑی ہوں میں تم سے۔"
"بڑائی والا رشتہ ختم ہو گیا اور عمر میں میں تم سے چار سال بڑا ہوں۔ ثبوت کے طور پر یہ شناختی کارڈ دیکھو۔ اپنا بھی نکالو۔" وہ جیب سے شناختی کارڈ نکالتے ہوئے بولا۔ تو وہ مزید تپ گئی۔
"کیا مطلب ہے تمہارا میرا۔ مطلب ہے کیا چاہتے ہو تم مجھ سے۔"
"اندر چلو، بتاتا ہوں۔" وہ اس کا ہاتھ پکڑ کر کھینچتا ہوا ریسٹورنٹ میں لے گیا اور جب بٹھا چکا تب اس کا ہاتھ چھوڑ کر پوچھنے لگا۔
"تم کس حساب سے میکے جا بیٹھی ہو اور کس کی اجازت سے؟"
"مجھے کسی کی اجازت کی ضرورت نہیں ہے۔" وہ ناراضی سے بولی۔
"ماشاء اللہ بڑی خود مختار ہو گئی ہو، جب ہی شام ڈھلے اکیلی سڑکوں پہ دندناتی پھر رہی ہو۔ کہاں تو اماں کے گھر تک اکیلی نہیں جا سکتی تھیں۔" اس کے طنز آمیز انداز پر وہ یکدم روہانسی ہو گئی۔
"سعدی! مجھ سے اس طرح بات مت کرو۔ مجبوری انسان سے کیا کچھ نہیں کرواتی۔"
"مجبوری۔"
"کیوں تم نہیں جانتے۔ میں بیوہ عورت ہوں، میری ایک بیٹی بھی ہے اور مجھے اس لیے کیا کچھ نہیں کرنا۔ کوئی کہاں تک ہمارا ساتھ دے گا۔ سال دو سال اس کے بعد بھی تو آخر مجھے ہی باہر نکلنا ہے پھر میں ابھی سے کیوں نہ اپنی ذمہ داری سنبھالوں۔" آنسو پینے کی کوشش میں آخر میں اس کی آواز حلق میں اٹک گئی تھی۔
"اے خدا آزمائش بھی کن لوگوں پر ڈالتا ہے۔ یہ احمق لڑکی تو ابھی دنیا کے چلن سے واقف ہی نہیں ہے۔" اس نے دکھ سے سوچا پھر اس کے سامنے ٹیبل پر انگلی بجا کر بولا۔
"اے رونا نہیں، ریلیکس ہو جاؤ۔ میں ابھی آتا ہوں۔"
"کک کہاں جا رہے ہو؟" وہ گھبرا کر پوچھنے لگی۔
"تمہیں چھوڑ کر بھاگوں گا نہیں، بس ابھی آتا ہوں۔" وہ کہہ کر پہلے کاؤنٹر پر جا کر چند لمحے وہاں رکا پھر باہر نکل گیا اور پانچ منٹ میں واپس بھی آ گیا۔ تو وہ اس کے بیٹھنے سے پہلے بولی۔
"چلو سعدی! بہت دیر ہو گئی ہے۔"
"تو کیا ہوا، میں ساتھ ہوں ناں، تمہیں یہاں سے اکیلا نہیں بھیجوں گا۔" وہ آرام سے بیٹھ گیا اور مینیو اٹھا کر اس پر نشان لگانے لگا، تو وہ عاجزی سے بولی۔
"سعدی! گھر میں تو کسی کو پتا نہیں ہے ناں کہ تم میرے ساتھ ہو۔ سب پریشان ہوں گے۔"
"ہونے دو۔" وہ پہلے بے دھیانی میں بولا۔ پھر ایک دم سٹپٹا گیا۔ "نہیں میرا مطلب ہے۔ کوئی پریشان

نہیں ہو گا' سب کو پتا ہے۔ اس وقت ٹریفک کتنی جام ہوتی ہے۔ ویسے اس وقت تم کہاں سے آرہی تھیں۔ جناب کر رہی ہو کیا؟"

"نہیں' جاب کے لیے نکلی تھی۔ دو تین جگہ انٹرویو دیے۔ دعا کرو کہیں کام بن جائے۔"

"میں کیوں دعا کروں۔ جس نے تمہیں جاب کا مشورہ دیا' دعا بھی اسی سے کراؤ۔" اس نے ایک دم نروٹھے پن سے کہا تو وہ چیخ کر بولی۔

"مطلب کیا ہے تمہارا؟ میں خود سے کوئی کام نہیں کر سکتی۔"

"نہ' بالکل نہیں اور مجھے یہ بھی بتاؤ کہ مجھ سے شادی کا مشورہ تمہیں کس نے دیا تھا۔"

"سعدی پلیز' اس بات کو بھول جاؤ۔ میں بہت شرمندہ ہوں۔" اس نے بہت نادم ہو کر منت کی لیکن وہ الا ڑ گیا۔

"پہلے میری بات کا جواب دو۔ وہ مشورہ کس کا تھا۔"

"میں نہیں بتا سکتی۔"

"اس کا مطلب ہے۔ تم کسی اور کے کہنے میں آئیں۔ خود تم نے ایسا نہیں سوچا تھا اور میں بس یہی جاننا چاہتا تھا۔" وہ اب جیسے مطمئن سا ہو گیا تھا۔

"اچھا بس اب چلو یا مجھے جانے دو۔"

"آرام سے بیٹھی رہو ورنہ۔" وہ جانے کیا کہنے جا رہا تھا کہ سارہ کو دیکھ کر خاموش ہو گیا۔

"ارے سعدی! تم یہاں؟ اچھا نومیہ کے ساتھ آئے ہو۔ کیسی ہو نومیہ!" سارہ نے ان دونوں کو دیکھ کر خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔ تو وہ اپنی جگہ سے اٹھتے ہوئے پوچھنے لگا۔

"تم کس کے ساتھ آئی ہو؟"

"آغا کے ساتھ' اصل میں ان کے بچے آئس کریم کے لیے ضد کر رہے تھے اور مجھے بھی زبردستی اپنے ساتھ لے آئے۔" سارہ نے بتاتے ہوئے آغا کے پانچ سالہ بیٹے کا ہاتھ پکڑ کر اسے آگے کیا تو وہ ایک نظر اس پر ڈال کر پیچھے کھڑے آغا حسن کی طرف متوجہ ہو گیا۔

"سر پلیز' آیئے ناں۔"

"میرا خیال ہے' ہم لوگ وہاں۔" انہوں نے اسی قدر کہا تھا کہ سارہ بول پڑی۔

"یہیں بیٹھتے ہیں آغا!"

"ایز یو لائیک۔" وہ بیٹھے تب نومیہ کو دیکھ کر پوچھنے لگے۔ "آپ کیسی ہیں؟"

"ٹھیک ہوں۔" وہ خاصی بے مروتی کا مظاہرہ کر گئی۔ کیونکہ ان لوگوں کی آمد سے اب اسے بہت دیر ہو جانے کا خدشہ لاحق ہو گیا تھا۔

"کیا بات ہے نومیہ! تمہاری طبیعت ٹھیک ہے۔ بہت کمزور لگ رہی ہو۔" سارہ نے اسے متوجہ کرتے ہوئے کہا تو اس سے پہلے وہ بول پڑا۔

"ہاں' پچھلے دنوں کافی بیمار رہی ہے یہ' میں نے تمہیں بتایا تو تھا کہ نومیہ کو ٹائیفائیڈ ہو گیا ہے۔ ویسے اللہ کا شکر ہے۔ اب بالکل ٹھیک ہے جب ہی تو میں اسے باہر نکال لایا ہوں۔"

"اچھا کیا۔ گھمایا پھرایا کرو اسے۔" سارہ اس سے کہہ کر آغا حسن کو مخاطب کرتے ہوئے بولی۔

"آغا! آپ کو پتا ہے نومیہ کے ساتھ کتنی بڑی ٹریجڈی ہوئی ہے۔"

"ہوں۔ سعدی نے بتایا تھا۔ بہت افسوس ہوا اور بی بی! آپ کو بہت ہمت اور حوصلے کی ضرورت ہے۔ کیونکہ آپ اکیلی نہیں ہیں۔ آپ کے پاس بیٹی ہے اور اس کے لیے تو ماں بھی آپ ہیں' باپ بھی آپ۔" آغا حسن بہت سنجیدگی سے اسے سمجھا رہے تھے۔

سعدی کچھ دیر سنتا رہا پھر سارہ کے بازو میں چٹکی کاٹ کر سرگوشی میں بولا۔

"یہ کیا اس کے ابا بننے کی کوشش کر رہے ہیں۔"

سارہ بے ساختہ زور سے ہنسی تو وہ سٹپٹا کر آغا حسن کے بچے کو گدگدانے لگا تھا۔

♥ ♡ ♡ ♥

وہ ہمیشہ کی طرح نومیہ کو اس کے گھر کے سامنے اتار کر جانے کے بجائے اس کے ساتھ گھر میں داخل ہوا۔ تو آگے واقعی اس کی اماں' ابا اور بہنیں بہت پریشان

کھڑی تھیں' مومی الگ رو رو کر ہلکان تھی۔
"مومی!" اس نے سب کو نظر انداز کر کے بے اختیار مومی کو بازوؤں میں بھر کر سینے میں بھینچ لیا تو روتی ہوئی بچی ایک دم چپ ہو گئی۔ جبکہ اس کا سینہ معصوم بچی کی ہلکی ہلکی سسکیوں سے شق ہونے لگا تھا۔
کتنی دیر وہ چپ چاپ کھڑا رہا۔ جب نومیہ نے اس کے بازوؤں سے مومی کو نکالا تب اس نے چونک کر اپنے اطراف سب کو دیکھا پھر سنبھل کر سلام کرتے ہوئے بولا۔
"میں معافی چاہتا ہوں' میری وجہ سے نومیہ کو گھر آنے میں دیر ہوئی اور آپ سب پریشان ہوئے۔"
"بیٹھ جاؤ بیٹا!" ابا کی جیسے جان میں جان آئی تھی۔ بیٹھتے ہوئے بولے۔
"شکریہ۔" وہ بیٹھتے ہی کہنے لگا۔ "میں آپ کی اجازت سے نومیہ اور مومی کو اپنے ساتھ لے جانا چاہتا ہوں۔"
"کہاں؟" اماں نے ناگواری سے پوچھا تھا۔
"گھر اور یہ اب وہیں رہیں گی۔" اس نے کہا تو اماں صاف انکار کرتے ہوئے بولیں۔
"نہ بیٹا! تم اس سے چار دن کی ہمدردی مت جتاؤ۔ اسے یہیں رہ کر کچھ کرنے دو۔"
"کچھ کرنے کی ضرورت نہیں ہے انہیں۔ جب تک میں زندہ ہوں۔ ان کی ہر جائز ضرورت پوری کروں گا جبکہ مومی کی ہر جائز ناجائز بالکل اس طرح جیسے ایک باپ اپنی سب سے لاڈلی اولاد کے لیے کرتا ہے۔"
وہ بے شک اچانک جذباتی ہوا تھا لیکن بہت ٹھوس لہجے میں بول رہا تھا۔ جب ہی اماں فوراً" کچھ نہیں کہہ سکیں۔ لیکن جو خدشے ان کے اندر تھے انہیں دبانا بھی مشکل تھا' کچھ دیر سوچنے کے بعد پوچھنے لگیں۔
"تم کس حیثیت' کس ناتے سے یہ سب کرو گے؟"
"کس ناتے سے' مومی میری بھتیجی' میرے بھائی کی بیٹی' میرا اپنا خون ہے اور خونی رشتے سے بڑھ کر اور کون سا رشتہ ہے؟"
"وہ تو ٹھیک ہے لیکن کل کو جب تمہاری بیوی آئے گی تو وہ کہاں برداشت کرے گی تمہاری بھتیجی اور بھانجی کو۔" اماں نے اپنا خدشہ اس انداز سے بیان کیا تو وہ بہت ضبط سے بولا۔
"آپ کی اس بات پر میں کوئی دعوا نہیں کر سکتا البتہ یہ ضرور کہوں گا کہ آپ کا خدشہ بے بنیاد ہے اور پھر میرا فی الحال شادی کا کوئی ارادہ نہیں۔"
"آخر تو ہو گی۔"
"ضرور ہو گی لیکن نومیہ کی شادی کے بعد۔" اس نے ہمت کر کے کہہ ہی دیا اور پھر فوراً" پوچھنے لگا "کیا آپ نومیہ کو ساری زندگی ایسے ہی بٹھائے رکھنا چاہتی ہیں؟"
"نہیں۔ ابھی اس کی عمر ہی کیا ہے۔" اماں جو اس کی پہلی بات پر حیران ہو رہی تھیں سوال پر پہلو بدل کر بولیں۔
"بس تو ٹھیک ہے' اس کی شادی کرنے کے بعد ہی میں شادی کروں گا یہ میرا آپ سے وعدہ ہے اور اب آپ کو اسے میرے ساتھ بھیجنے پر اعتراض نہیں ہونا چاہیے۔"
وہ کہہ کر ابا کو دیکھنے لگا کیونکہ اب ان کی طرف سے جواب چاہتا تھا اور ابا کہنے لگے۔
"بیٹا! ہم نے تو پہلے بھی اعتراض نہیں کیا تھا۔ لیکن لوگ باتیں بناتے ہیں۔"
"لوگوں کی بات چھوڑیں انکل! آپ صرف اپنی بات کریں۔ اگر آپ کو مجھ پر' میرے ماں باپ پر بھروسا ہے تو بلائیں نومیہ کو۔"
وہ کہتا ہوا اٹھ کھڑا ہوا تو ابا نے اماں کی طرف دیکھا اور وہ اٹھ کر نومیہ کو بلانے چلی گئی تھیں۔
اور رات بارہ بجے کے بعد جب وہ نومیہ اور مومی کو لے کر گھر پہنچا تو اتنی دیر ہو جانے پر امی جو ناراض اور غصے میں تھیں' اس کے پیچھے نومیہ کو دیکھتے ہی ان کا سارا غصہ جھاگ کی طرح بیٹھ گیا۔ لیکن اس سے پھر بھی بات نہیں کی البتہ نومیہ کو گلے لگایا تو وہ رونے

لگی۔

"ارے' روتی کیوں ہو بٹیا۔" انہوں نے اپنے آنسو چھپا کر اس کی پیشانی چومی۔

"مجھے معاف کر دیں' میں نے آپ کو ناراض کیا۔" نومیہ نے کہا تو وہ حیران ہوئیں۔

"بائیں! میں کب ناراض ہوئی۔"

"کیوں ناراض نہیں تھیں کہ یہ آپ کو بتائے بغیر چلی گئی اور پھر پلٹ کر خبر نہیں لی۔" وہ فوراً" بولا کیونکہ راستے بھر نومیہ سے یہی کہہ کر خائف کرتا آیا تھا۔

"فضول بکواس کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ لاؤ مومی کو ادھر دو۔" امی نے اسے ڈانٹا پھر مومی کو لے کر نومیہ سے بولیں۔ "چلو بیٹی! تمہارے ابو ابھی جاگ رہے ہیں۔ انہیں سلام کرلو۔"

"میرا سلام بھی کہہ دیجئے گا۔" وہ کہتا ہوا اپنے کمرے میں آگیا۔

اس کا خیال تھا' امی اس سے ضرور پوچھیں گی کہ وہ نومیہ کو کیسے لے آیا اور شاید کیوں لائے کا سوال بھی اٹھائیں۔ لیکن کتنے دن گزر گئے' ان کی طرف سے ایسی کوئی بات نہیں ہوئی۔ البتہ وہ خوش بہت تھیں۔ سارا وقت مومی کے ساتھ لگی رہتیں گھر میں بھی کافی رونق ہو گئی تھی۔ وہ اس طرف سے مطمئن ہو کر اب صرف نومیہ اور آغا حسن کو ایک دوسرے کے قریب لانے کی تدبیریں سوچتا رہتا تھا۔ اس وقت وہ یہی سوچ رہا تھا کہ سارہ کا فون آگیا۔

"کیا کر رہے ہو؟"

"سچ بتاؤں' میں ابھی تمہیں یاد کر رہا تھا اور اب پوچھو کیوں۔" اس نے کہا تو ادھر سے وہ فوراً" بولی۔

"کیوں؟"

"یار! کوئی پروگرام سیٹ کرو۔ ان دونوں کو ملوانے کا۔"

"میں نے اسی سلسلے میں تمہیں فون کیا تھا۔" سارہ اب آواز دبا کر بولی تھی۔

"اچھا۔ تو وہ خوش ہو گیا۔"

"ہاں' میں اس وقت آغا حسن کے گھر سے ہی بات کر رہی ہوں اور تقریباً" آدھے گھنٹے بعد ان کے ساتھ عوامی مرکز جاؤں گی۔ تم نومیہ کو لے کر وہیں آجاؤ۔" سارہ نے کہا تو وہ گھڑی دیکھتا ہوا بولا۔

"ٹھیک ہے' وہیں ملتے ہیں۔" اس کے ساتھ ہی وہ ریسیور رکھ کر کمرے سے نکل آیا۔

"امی! میں بازار جا رہا ہوں۔ کچھ منگوانا ہے آپ کو۔؟"

"مجھے۔" امی کچھ دیر سوچ کر بولیں "نہیں' نومیہ سے پوچھ لو؟"

"کہاں ہے نومیہ؟۔" وہ کچن کی طرف بڑھا پھر پلٹ آیا۔ "میرا خیال ہے اسے ساتھ لے جاتا ہوں اس کے اور مومی کے کپڑے دلا دوں گا۔ خود سے تو وہ کہے گی نہیں۔"

"ہاں' کہاں کچھ کہتی ہے۔"

"تو آپ کہیں اس سے' میں جب تک شاور لے لوں۔" وہ جلدی سے کہہ کر واپس اپنے کمرے میں آ گیا اور جب تیار ہو کر نکلا تو نومیہ تیار بھی تھی اور جانے سے انکار بھی کر رہی تھی۔ وہ زبردستی اسے کھینچتا ہوا باہر لے آیا۔

"مجھے کچھ خریدنا وریدنا نہیں ہے' سمجھے۔" وہ اچک کر بائیک پر بیٹھتی ہوئی بولی۔

"سمجھ گیا۔" وہ اسپیڈ سے بائیک بھگاتا ٹھیک وقت پر عوامی مرکز پہنچ گیا اور بظاہر ایک جگہ رک کر اپنے لیے جینز دیکھنے لگا لیکن اس کے کان سارہ کی آواز کے منتظر تھے۔ کیونکہ اس کا خیال تھا وہی اسے ڈھونڈتی ہوئی آئے گی اور یوں ظاہر کرے گی جیسے اتفاقاً" ملے ہوں۔

"سنو' کیا صرف دیکھنے آئے ہو۔ لینی نہیں ہے۔" نومیہ نے اس کے سامنے ڈھیر ہوتی پینٹوں کو دیکھ کر کہا تو وہ چونک کر بولا۔

"ہاں تم بتاؤ' کون سی لوں۔"

"مجھے جینز کی کوئی پہچان نہیں ہے۔ اپنی مرضی سے جو لینی ہو جلدی لو۔ ایک ہی جگہ تم کر کھڑے ہو گئے ہو۔" وہ کہہ کر آگے بڑھ گئی تو اس نے جلدی سے

UrduPhoto.com

...نکال کر پیک کروائیں پھر تیز قدموں سے اس کے قریب جا کر اپنا والٹ اس کے ہاتھ میں تھماتا ہوا بولا۔

"سنو، مجھے خواتین کی شاپنگ کا کوئی تجربہ نہیں یہ پیسے پکڑو اور اپنے اور موی کے لیے جو لینا ہو لے لو۔"

"میں نے پہلے ہی کہہ دیا تھا کہ مجھے کچھ نہیں لینا۔"

"بکو مت۔ دیکھو، یہ فراک کتنی خوبصورت ہے۔" اس نے ڈانٹ کر اسے فراک کی طرف متوجہ کیا تھا تب ہی سارہ کی چہکتی آواز آئی۔

"ارے سعدی! یہاں کیا کر رہے ہو؟"

"ظاہر ہے شاپنگ۔" وہ کن انکھیوں سے نومیہ کو دیکھ کر بولا۔

"لیڈیز۔"

"نومیہ دیکھ رہی ہے۔" اس نے نومیہ کا بازو ہلا کر سارہ کی طرف متوجہ کیا تو وہ قصداً مسکرائی۔

"کیسی ہو سارہ؟"

"بالکل ٹھیک۔"

"کس کے ساتھ ہو؟" نومیہ نے اس کے آس پاس دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"آغا حسن کے ساتھ۔ انہیں اپنے بچوں کے لیے شاپنگ کرنی تھی۔ آؤ ادھر ہی چلتے ہیں۔ تم دونوں اپنے اپنے بچوں کی شاپنگ کرنا۔ میں ذرا سعدی کے ساتھ گپ شپ لگا لوں گی۔ کیوں سعدی۔" سارہ نے کہہ کر اسے دیکھا تو وہ کندھے اچکا کر بولا۔

"ہاں اتفاق سے یہ موقع ہاتھ آیا ہے، چلو نومیہ۔"

نومیہ اسے گھورنے لگی لیکن وہ انجان سا بن کر آگے چل پڑا اور جب دیکھا کہ سارہ ان دونوں کا سامنا کرا چکی ہے تب وہیں رک گیا۔

"چلو اب تم آرام سے اپنی شاپنگ کر سکتے ہو۔" سارہ اس کے قریب آکر بولی پھر بھی اس نے سنا نہیں کیونکہ اس کا دھیان نومیہ کی طرف تھا۔ جو گھبرا کر شاید اسی کی تلاش میں نظریں ادھر ادھر دوڑا رہی تھی۔

"کہاں کھو گئے؟" سارہ نے اس کا بازو ہلایا تو وہ چونک کر بولا۔

"وہ نومیہ۔ یار! وہ اکیلی گھبرا رہی ہے۔"

"اکیلی کہاں، آغا ہیں ناں۔"

"ہاں لیکن۔۔۔"

"سعدی! وہ اسی طرح ایک دوسرے کے قریب آئیں گے۔ چلو ہم ادھر چلتے ہیں۔" سارہ نے زبردستی اس کا رخ موڑا تو وہ اس کے ساتھ چل پڑا اور چند قدموں کے بعد واقعی بھول گیا کہ اس کے ساتھ نومیہ بھی تھی۔ تقریباً آدھ پون گھنٹے بعد وہی اسے ڈھونڈتی ہوئی آئی تھی اور سارہ کا خیال کر کے ہی اسی قدر بولی۔

"چلو سعدی۔"

"ہو گئی تمہاری شاپنگ؟" وہ بغور اس کا چہرہ دیکھتے ہوئے بولا۔

"ہاں۔"

"اور آغا کہاں ہیں؟" سارہ نے پوچھا تو وہ بظاہر سیدھے سادے انداز میں بولی۔

"وہ میرے ساتھ تو نہیں تھے۔"

"ارے! تم دونوں ایک ہی۔ خیر آگئے۔" سارہ نے آغا حسن کو آتے دیکھ کر کہا تو وہ پھر سعدی سے بولی۔

"چلو ناں سعدی۔"

"ایک منٹ۔ آغا سے ہیلو ہائے کر لوں۔" وہ اس سے کہہ کر فوراً ان کی طرف متوجہ ہو گیا۔ "السلام علیکم سر۔"

"وعلیکم سلام۔" وہ مسکرائے۔ "شاپنگ ہو رہی ہے۔"

"ہو چکی سر۔"

"گڈ۔ چلیں سارہ! بچے انتظار کر رہے ہوں گے۔" انہوں نے کہا تو سارہ اسے دیکھ کر بولی۔

"اوکے سعدی! پھر تم آنا۔ نومیہ کو بھی لے کر آنا۔" اس نے بس سر ہلا دیا اور نومیہ کو اشارا کر کے آگے چل پڑا تھا۔

"سنو! یہ آغا حسن ہر جگہ سارہ کو کیوں اپنے ساتھ

لیے پھرتے ہیں۔" گھر آتے ہی نومیہ نے بہت سادگی سے اس سے پوچھا تو وہ ان سے ہمدردی جتاتے ہوئے بولا۔

"کیا کریں بے چارے اکیلے جو ہیں۔"

"کیوں بیوی کہاں گئی۔؟"

"وہ انہیں چھوڑ کر چلی گئی۔"

"اللہ میاں کے پاس۔" اس نے جس انداز سے اپنے شوہر کے بارے میں یہ جواب آغا حسن کو دیا تھا' اسی انداز سے ان کی بیوی کے بارے میں پوچھا تو وہ بمشکل اپنی بے ساختہ ہنسی روک کر بولا۔

"نہیں۔ ان کے ساتھ دوسری ٹریجڈی ہوئی ہے۔ وہ لڑکی کسی اور کو پسند کرتی تھی' ماں باپ نے زبردستی ان کے ساتھ شادی کردی اور وہ انہیں دو بچوں کا تحفہ دے کر چلی گئی۔ شاید اسی کے پاس جسے پسند کرتی تھی۔"

"اف۔ ایسی عورتیں بھی ہوتی ہیں۔ بچوں کو بھی چھوڑ دیا۔" وہ واقعی دنیا سے نابلد تھی۔

"ہاں۔"

"چہ چہ۔" وہ کچھ دیر افسوس کا اظہار کرتی رہی پھر وہی بات۔

"لیکن اس کا یہ مطلب تو نہیں ہے کہ وہ اب اپنے ہر کام کے لیے سارہ کو بلالیں۔"

"تو کیا ہوا اگر جو سارہ ان کے بچوں کا خیال کرلیتی ہے۔ نیکی کا کام ہے' جب تک ان کی شادی نہیں ہو جاتی۔" وہ پتا نہیں کیا کہنے جا رہا تھا کہ وہ حیرت سے بولی۔

"وہ انکل اب شادی کریں گے۔"

"ان۔ کل۔" وہ اچھل پڑا۔ "یہ انکل کسے کہہ رہی ہو۔"

"وہی آغا جی۔" وہ بڑی لاپروائی سے کہہ کر شاپر میں سے چیزیں نکالنے لگی۔

"وہ تمہیں انکل لگتے ہیں۔؟" وہ اس کے ہاتھ سے شاپر کھینچتے ہوئے بولا لیکن اس کے انداز میں ذرا برابر فرق نہیں آیا۔

"کیوں تمہیں نہیں لگتے؟۔ چشمہ لگوالو' یقیناً تمہاری نظر کمزور ہو گئی ہے۔"

"اور تمہارا دماغ خراب ہے' جو اتنے ہینڈسم شخص کو انکل بنا رہی ہو۔"

"تو تمہیں کیوں اتنا برا لگ رہا ہے۔ میں نے تمہیں تو نہیں انکل کہہ دیا۔"

"انہیں بھی مت کہو کیونکہ وہ مجھ سے دو چار سال ہی بڑے ہوں گے۔" وہ اپنی شرٹ کے کالر سیدھے کرتے ہوئے بولا۔

"تم دنیا کے پہلے مرد ہو جو خود کو بوڑھا کہہ رہے ہو۔" وہ شاپر اس کے منہ پر مار کر کمرے سے نکل گئی تو وہ سچ مچ اپنے بال نوچنے لگا تھا۔

♥ ♡ ♡ ♥

وہ یہ سوچ کر سارہ کے پاس آیا تھا کہ اسے آغا حسن کے بارے میں نومیہ کی رائے بتائے گا اور ان کی رائے بھی پوچھے گا لیکن اس سے پہلے ہی سارہ نے ان کی تعریف شروع کردی تھی۔

"سعدی! میں نے آغا حسن کو اب قریب سے دیکھا ہے' وہ اتنے پیارے اتنے نفیس انسان ہیں کہ۔" وہ ایک لمحہ کو کھو گئی پھر چونک کر بولی تھی۔ "نومیہ ان کے ساتھ بہت خوش رہے گی۔"

"ہاں۔" وہ اندر ہی اندر جز بز سا ہو کر پوچھنے لگا۔ "تم نے ان سے نومیہ کے بارے میں بات کی۔؟"

"نہیں' میں کیوں کروں گی۔ میرا مطلب ہے' وہ خود جب کہیں گے۔ کیا ہم ان دونوں کو اس لیے نہیں ملنے کے مواقع فراہم کر رہے تاکہ وہ ایک دوسرے کو پسند کرلیں؟۔" سارہ کہہ کر سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگی۔

"ہوں۔ ویسے ان کی نومیہ کے بارے میں کیا رائے ہے۔ کچھ کہا تو ہو گا انہوں نے۔" اس نے اثبات میں سر ہلا کر پوچھا تو وہ سوچتی ہوئی بولی۔

"نومیہ کے بارے میں۔ نہیں ابھی تک تو کچھ نہیں کہا۔ البتہ میں نے نومیہ کا ذکر چھیڑ کر ان کے تاثرات دیکھے تھے اور میرا خیال ہے وہ انہیں اچھی

"تم نے نومیہ سے پوچھا وہ کیا کہتی ہے۔"

"انکل!" وہ بڑے مزے سے کہہ گیا اور غلطی کا احساس سارہ کے چیخنے پر ہوا تھا۔

"انکل.....!"

"وہ میں اپنے انکل کی بات کر رہا ہوں' آج کل آئے ہوئے ہیں' اس لیے مجھے نومیہ سے بات کرنے کا موقع نہیں مل رہا۔" اس نے بڑی جلدی بات بنائی اور وہ گہری سانس کھینچتے ہوئے بولی۔

"او گاڈ! تم نے تو مجھے چکرا دیا تھا۔"

"خیر' یہ کوئی چکرانے والی بات تو نہیں تھی۔ میں آغا حسن کو انکل کہہ دوں تو....."

"خود ہی شرمندہ ہو جاؤ گے۔" وہ فوراً" بولی تھی۔

"واقعی۔ ویسے کیا ایج ہو گی ان کی؟" اس نے تائید کے ساتھ پوچھا۔

"فورٹی یا فورٹی ٹو۔ اس ایج میں مردوں کی پرسنالٹی نکھر جاتی ہے۔ ہے ناں؟" سارہ نے آغا حسن کی عمر کا تعریف بھی کی اور اس سے تائید بھی چاہی تو اس نے یونہی سر ہلا دیا کیونکہ اس کا ذہن نومیہ کی طرف چلا گیا تھا۔ جس نے غالباً" مذاق میں انہیں انکل کہہ دیا تھا۔

"تم کیا سوچنے لگے؟" سارہ نے ٹوکا تو وہ اسے دیکھ کر بولا۔

"میں سوچ رہا ہوں۔ ان دونوں کا معاملہ جلد طے ہو جانا چاہیے تاکہ ہماری باری آئے۔"

"مشکل ہے۔ میرا مطلب ہے' بہت جلدی تو ممکن نہیں ہے' کچھ وقت لگے گا۔" سارہ اپنے کسی خیال میں گھری بول رہی تھی' وہ کچھ دیر اسے دیکھتا رہا پھر متوجہ کر کے پوچھنے لگا۔

"اچھا سنو۔ آئندہ کا کیا پروگرام ہے۔ اگلا پروگرام ملاقات کا؟"

"میں تمہیں فون کر دوں گی۔"

"ٹھیک ہے پھر میں چلتا ہوں۔" وہ اٹھ کھڑا ہوا۔

"ایک منٹ میں' تمہارے ساتھ چلتی ہوں۔ مجھے آغا حسن کے گھر چھوڑ دینا۔ میں امی سے کہہ آؤں۔"

وہ کہتی ہوئی اندر چلی گئی۔ تو وہ وہیں رکنے کے بجائے باہر آ کر اس کا انتظار کرنے لگا۔ پھر اس کے آتے ہی بائیک اسٹارٹ کر دی۔

"میں آج آغا کو کریدنے کی کوشش کروں گی۔" کچھ دیر بعد وہ خود ہی بولی تھی۔ اس کے بعد بھی جانے کیا کیا کہتی رہی۔ وہ بس ہوں ہاں کرتا رہا اور اسے آغا کے گھر اتارتے ہوئے اسے لگا جیسے اس نے بائیک روکی ہی نہیں تھی بلکہ اپنے گھر آ کر اسے یقین ہوا کہ اس کی بائیک یہیں رکی ہے۔

"پھر سارہ کیسے اتری.....؟" وہ حیران ہوتا سیدھا اپنے کمرے میں آ کر لیٹ گیا۔ کچھ دیر بعد ہی نومیہ آ کر تشویش سے پوچھنے لگی۔

"تمہاری طبیعت ٹھیک ہے.....؟" وہ چھت سے نظر ہٹا کر اسے دیکھنے لگا بولا کچھ نہیں تو وہ مزید متوحش ہو گئی۔

"ایسے کیسے آ کر لیٹ گئے ہو۔ صبح تو اچھے بھلے تھے۔"

"ابھی بھی اچھا بھلا ہوں۔ کچھ نہیں ہوا مجھے۔" وہ اٹھ بیٹھا۔

"کچھ تو ہوا ہے۔ کھوئے کھوئے اور کچھ روٹھے روٹھے بھی لگ رہے ہو۔ اچھا سمجھ گئی' سارہ نہیں ملی ہو گی۔"

"اسی سے مل کر آ رہا ہوں۔" وہ قصداً" مسکرا کر بولا۔

"جب ہی ایسے آ کر لیٹ گئے تھے۔" وہ یوں بولی جیسے اب سمجھی ہو۔

"یا اللہ۔ کیا چیز ہو تم' جاؤ..... جاؤ اپنا کام کرو۔" اس نے بری طرح جھنجلا کر اسے جانے کا اشارا کیا تو وہ ہنستی ہوئی دروازے تک جا کر پھر پلٹی۔

"یاد آیا سعدی! تمہارے آنے سے کچھ دیر پہلے انکل کا فون آیا تھا۔"

"کون انکل؟" وہ فوراً" سمجھا نہیں۔

"ارے وہی کیا نام ہے ان کا آغا حسن۔" اس نے سوچتے ہوئے بتایا تو وہ یکدم پوری جان سے متوجہ ہو کر

پوچھنے لگا۔
"آغا حسن! کیا کہہ رہے تھے؟"
"تمہارا پوچھ رہے تھے۔"
"اور۔۔۔؟"
"اور کہہ رہے تھے کہ تمہارے پاس جو فائل ہے' وہ کل لیتے جانا۔"
"اور۔۔۔؟"
"اور بس۔" وہ کہہ کر کمرے سے نکل گئی۔ تو وہ اپنے آپ سوچ کر مسکراتا ہوا بڑبڑایا۔
"تو آغا جی لائن پر آرہے ہیں۔ گڈ ویری گڈ۔"

♥ ♡ ♡ ♥

پھر اگلے روز آفس ہی میں سارہ کا فون آگیا تھا کہ شام میں ہم لوگ ساحل پر جائیں گے۔ تم بھی نومیہ کو لے کر آجانا اور وہ اتنی جلدی پروگرام بننے پر خوش ہو گیا۔ آفس سے بھی کچھ پہلے نکل آیا تھا تاکہ ایک آدھ گھنٹہ آرام کر سکے اور وہ اسی ارادے سے لیٹا تھا لیکن ایسی نیند آئی کہ پھر شام ڈھلے وہ بھی نومیہ کے جھنجھوڑنے پر اٹھا تھا۔
"ک۔ کیا ہوا ہے؟"
"ہونا کیا ہے۔ اتنی دیر سے پڑے سو رہے ہو۔ اٹھو' مومی کو باہر لے جاؤ ذرا۔ کب سے روئے جا رہی ہے۔" وہ غالباً" مومی کے رونے سے پریشان تھی اور ناراض اس پر ہو رہی تھی۔
"باہر!" اسے ایک دم یاد آیا تو فوراً" گھڑی دیکھ کر بولا۔ "چلو تم بھی جلدی سے تیار ہو جاؤ پھر چلتے ہیں۔"
"کہاں؟"
"مومی کو گھمانے۔" وہ چھلانگ لگا کر وارڈ روب تک پہنچ گیا اور بہت عجلت میں کپڑے نکال کر واش روم کی طرف جاتے ہوئے بولا۔
"جلدی کرو۔ میں بس پانچ منٹ میں آرہا ہوں۔"
اور واقعی وہ پانچ منٹ میں تیار ہو کر چلانے لگا تھا کیونکہ پہلے ہی بہت دیر ہو گئی تھی۔
"تم تو ایسے شور مچا رہے ہو جیسے ہم باقاعدہ کہیں انوائیٹ ہوں اور دیر ہو جانے پر خفت اٹھانی پڑے گی۔"
"بس زیادہ باتیں نہیں۔ چلیں۔" اس نے فوراً" بائیک اسٹارٹ کر دی اور ہوا سے باتیں کرتا جب ساحل پر پہنچا تو تاریکی پھیل جانے کے باعث لوگوں کو واپس جاتے دیکھ کر وہ مایوسی اور جھنجھلاہٹ کا شکار ہو کر خود کو گالیاں دینے لگا کیونکہ غلطی اس کی اپنی تھی کہ سو گیا تھا۔
"یہاں آکر لوگ خوش ہوتے ہیں۔" نومیہ اسی قدر کہتی ہوئی دیوار پر جا بیٹھی اور اشارے سے مومی کو جانے کیا کیا دکھانے لگی۔ وہ کچھ دیر ان دونوں کو دیکھتا رہا پھر مجبوراً" ان ہی کے پاس جا بیٹھا اور مومی کو گدگداتے ہوئے بولا۔
"اب تو یہ خوش ہو گئی ہے۔"
"ایک بس تم ہی خوش نہیں ہوتے اور میں جانتی ہوں کہ تم ایسے کیوں ہو۔" وہ پھیکی ہنسی کے ساتھ بولی۔ تو اس نے فوراً" پوچھا۔
"کیوں ہوں؟"
"جب انسان کی منزل قریب ہو اور اچانک درمیان میں کوئی رکاوٹ آجائے تو پھر ایسا ہی ہوتا ہے۔ مایوسی' جھنجھلاہٹ' غصہ۔" وہ بولتی ہوئی ایک دم خاموش ہو گئی۔
"منزل پر پہنچنے کے بعد کیا رہ جاتا ہے۔ زندگی تو جستجو میں ہے۔" وہ سر اونچا کر کے آسمان دیکھنے لگا' تب ہی کھنکتی ہوئی آواز آئی تھی۔
"ارے سعدی!" وہ اچھل کر کھڑا ہو گیا۔
"سارہ! تم لوگ ابھی۔۔۔" وہ جانے کیا کہنے جا رہا تھا کہ سارہ نے فوراً" بات سنبھال لی۔
"نہیں' ہم لوگ بہت دیر سے آئے ہوئے ہیں۔ اب تو واپس جا رہے تھے۔"
"اچھا اچھا۔ اسلام علیکم سر۔ آئیے پلیز بیٹھیں۔" وہ آغا حسن سے مخاطب ہو گیا۔
"بس بھئی۔ بچے تھک گئے ہیں۔" انہوں نے کہا پھر نومیہ کی گود میں مومی کو دیکھ کر پوچھنے لگے۔ "یہ آپ

ل رہی ہے۔"

"جی۔"

"ماشاءاللہ۔ اوکے سعدی۔ کسی روز گھر پر آنا انہیں لے کر۔" انہوں نے نومیہ کی طرف اشارا کرتے ہوئے کہا تو وہ خوش ہو کر بولا۔

"ضرور سر۔ ضرور آؤں گا انہیں لے کر۔"

"چلیں سارہ۔"

"جی اچھا' نومیہ! پھر ملاقات ہو گی۔" سارہ' نومیہ سے کہہ کر آغا حسن کے ساتھ گاڑی کی طرف بڑھ گئی۔

وہ پینٹ کی جیبوں میں ہاتھ ڈالے ان کے پیچھے دیکھ رہا تھا جب گاڑی روانہ ہو گئی تب واپس اسی جگہ بیٹھتے ہوئے بولا۔

"چلیں گے کسی دن آغا جی کے ہاں۔"

"ہوں!" وہ جانے کیا سوچنے لگی تھی پھر خود ہی چونک کر بولی۔ "سعدی! تم نے نوٹ کیا؟"

"کیا؟" وہ سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگا۔

"ہم جہاں جاتے ہیں' یہ لوگ وہیں آجاتے ہیں۔ تمہارے سسرالی۔"

"اتفاق ہے۔" وہ سٹپٹا کر نظریں چرا گیا۔

"نہیں سعدی! اتفاق ایک آدھ بار ہوتا ہے' بار بار نہیں۔" وہ اسے قائل کرنے کے انداز میں بولی۔

"ہو جاتا ہے بار بار بھی۔" وہ حد درجہ بے نیاز بننے کی کوشش کرنے لگا۔

"نہیں۔ مجھے تو کوئی چکر لگ رہا ہے۔" وہ نفی میں سر ہلاتے ہوئے بولی تو وہ بمشکل جھنجلاہٹ پر قابو پا کر بولا۔

"کیسا چکر؟"

"ضرور یہ لوگ ہماری جاسوسی کر رہے ہیں۔"

"دماغ ٹھیک ہے تمہارا۔ وہ ہماری جاسوسی کیوں کرنے لگے اور اس طرح تو وہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ ہم ان کی جاسوسی کر رہے ہیں۔" اس نے بگڑ کر کہا تو وہ ناک سکیڑ کر بولی۔

"ہم شکل سے جاسوس نہیں لگتے۔"

"اور وہ لگتے ہیں۔؟"

"پتا نہیں' اگلی بار غور کروں گی بلکہ تم کل ہی غور کرنا۔ اگر آغا حسن کے ناک کے بائیں طرف تل ہو تو سمجھ لینا' وہ پکے جاسوس ہیں اور ہاں......"

"بس۔ آگے ایک لفظ مت کہنا۔ چلو اٹھو' گھر چلو۔" اسے واقعی غصہ آگیا تھا۔ اس کے بازو میں ہاتھ ڈال کر کھینچتا ہوا بائیک کے پاس سے آیا تھا اور تمام راستہ اسے سخت سست کہتا رہا۔ وہ چپ چاپ سنتی رہی۔ جب گھر آئی تب اسی کی بات لوٹاتی ہوئی بولی۔

"سنو' پہلے تو تم بہت بولتے تھے۔ اب کیا ہو گیا ہے۔"

"پاگل ہو گیا ہوں۔" وہ دھاڑا۔

"اور تمہیں پاگل کرنے والے آغا حسن ہیں۔" وہ آرام سے بولی لیکن بھاگی بہت تیز تھی اور وہ تلملاتا ہوا اپنے کمرے میں آیا اور دروازہ اندر سے لاک کر دیا۔ کچھ دیر بعد وہ دروازہ پیٹ کر بولی تھی۔

"سعدی! کھانا کھالو۔"

"مجھے بھوک نہیں ہے اور میں سو رہا ہوں۔" وہ فوراً لیٹ گیا۔

"ہائیں ابھی تو سو کر اٹھے تھے۔" اس نے کہا تو اس بار وہ خاموش رہا اور شاید وہ بھی چلی گئی تھی۔ کچھ دیر انتظار کے بعد اس نے مطمئن سے ہو کر کارنر سے ایک فلمی میگزین اٹھالیا اور اس کی ورق گردانی میں پتا نہیں کتنا وقت گزر گیا۔ وہ کیونکہ شام میں ایک نیند لے چکا تھا اس لیے یہی سمجھتا رہا کہ ابھی نو ہی بجے ہوں گے۔ وہ تو جب گھڑی پر نظر پڑی تب حیران ہوا۔

"ایک بج گیا۔ صبح آنکھ کیسے کھلے گی۔" وہ بڑبڑاتا ہوا میگزین پھینک کر لائٹ آف کرنے اٹھا تو پیٹ میں سے آوازیں آنے لگیں۔ جب تک میگزین میں مگن تھا بھوک کا احساس نہیں ہوا اور اب بغیر کچھ کھائے سو نہیں سکتا تھا۔ احتیاط سے دروازہ کھول کر کچن میں آیا تو آگے نومیہ کو کھڑے دیکھ کر اچھل پڑا۔

"تم ابھی تک سوئیں نہیں۔"

"مومی نے نہیں سونے دیا۔ اصل میں اسے بخار

ہو گیا ہے' بہت بے چین ہو رہی تھی۔ ابھی سوئی ہے۔" وہ فیڈر میں برش چلاتی ہوئی بولی۔

"کوئی دوا نہیں ہے گھر میں؟"

"کال پول دی ہے۔ تم کھانا کھاؤ گے؟" اس نے جواب کے ساتھ پوچھا تو وہ چولہا جلاتے ہوئے بولا۔

"ہاں۔ میں لے لوں گا۔" پھر اسے دیکھ کر پوچھنے لگا۔ "مومی کو بخار کیسے ہو گیا۔ شام میں تو ٹھیک تھی۔"

"میرا خیال ہے' سمندری ہوا سے ٹھنڈ لگ گئی ہے۔ ہم بھی تو رات میں لے گئے اسے۔ مجھے سردی لگ رہی تھی وہ تو بچی ہے۔"

"ہوں۔ صبح ڈاکٹر کو ضرور دکھا دینا۔" اس نے تاکید سے کہا اور سالن نکال کر وہیں ٹیبل پر بیٹھ کر کھانے لگا۔

"سعدی! میں اس وقت سے ایک بات سوچ رہی ہوں۔" وہ مومی کی فیڈر ہلاتی ہوئی اس کے سامنے بیٹھ کر بولی۔

"کیا۔؟" وہ سر اونچا کر کے اسے دیکھنے لگا۔

"تمہیں سارہ کو آغا حسن کے ساتھ دیکھ کر جیلسی محسوس نہیں ہوتی۔"

"سارہ سے پوچھ کر بتاؤں گا۔" اس نے کہہ کر نوالہ منہ میں ڈالا۔

"میں تم سے پوچھ رہی ہوں۔"

"نہیں۔ پہلے اس سے پوچھو کہ تمہیں میرے ساتھ دیکھ کر اسے جیلسی نہیں ہوتی۔" اس نے اندر ہی اندر محظوظ ہو کر کہا تو وہ ایک دم خاموش ہو کر جانے کیا سوچنے لگی پھر اسی طرح اٹھ کر چلی گئی۔

"بے وقوف۔!" وہ اب مسکرایا تھا لیکن پھر جب سونے لیٹا تو نیند آنے تک یہی سوچتا رہا تھا کہ اسے جیلسی محسوس کیوں نہیں ہوتی۔

♥ ♡ ♡ ♥

چھٹی کا دن تھا۔ ناشتے کے بعد وہ کچھ دیر مومی کے ساتھ لگا رہا۔ پھر اسے امی کے حوالے کر کے ابو کے پاس آ کر بیٹھا تو وہ کہنے لگے۔

"بیٹا! میں اور تمہاری امی آج شام میں سارہ کے ہاں جا رہے ہیں۔"

"خیریت!"

"ہاں' تمہاری شادی کی تاریخ رکھنے۔" ابو نے یوں بتایا جیسے وہ خوش ہو جائے گا لیکن اس کے برعکس وہ بہت سنجیدگی سے بولا۔

"ابھی نہیں ابو۔!"

"کیوں۔؟" ابو حیران ہوئے۔

"پہلے نومیہ کی کہیں بات ہو جانے دیں اور میں اس کے بعد ہی شادی کروں گا۔" اس نے کہا تو ابو قدرے خفگی سے بولے۔

"میرا خیال ہے۔ میں آج شام میں تمہارا نومیہ ہی کے ساتھ نکاح پڑھوا دیتا ہوں۔ آخر تم دونوں چاہتے کیا ہو۔ تم اس کے بعد شادی کرو گے اور اس کا اصرار ہے' فورا" تمہاری شادی ہو۔"

"نومیہ۔ نومیہ کا اصرار ہے' کیوں؟"

"کیوں کا کیا مطلب۔ ظاہر ہے' اسے احساس ہوتا ہو گا کہ اس کی وجہ سے تمہاری شادی رکی ہوئی ہے۔" ابو نے کہا۔

"کوئی ضرورت نہیں ہے اسے ایسا کچھ سوچنے کی۔ فضول میں پتا نہیں کیا کچھ سوچتی رہتی ہے کہہ دیں اس سے کہ۔۔۔۔"

"میں کچھ نہیں کہہ سکتا۔" ابو نے صاف منع کر دیا۔

"ٹھیک ہے' میں خود بات کرتا ہوں اس سے۔" وہ فورا" ان کے پاس سے اٹھ کر نومیہ کے کمرے میں آیا تو پہلی نظر میں وہ اسے نظر نہیں آئی ادھر ادھر دیکھ کر واپس پلٹنے لگا تھا کہ اس کی آواز آئی۔

"کیا چاہیے۔؟"

"تم۔ تم نے ابو سے کیا کہا ہے؟" اس نے آواز کی سمت الماری کے پٹ کے پیچھے اسے دیکھتے ہوئے کہا۔ تو وہ وارڈ روب بند کرنے کے بعد اس کی طرف گھوم کر پوچھنے لگی۔

"کیا کہا ہے؟"

UrduPhoto.com

"ابھی شادی کا۔"

"ہاں' میں چاہتی ہوں۔ اس گھر میں رونق ہو۔ رونق آئے۔ کتنا مزہ آئے گا سعدی جب۔۔۔۔"

"بس۔" وہ اسے خاموش کرا کے بولا۔ "اس گھر میں پہلے ہی بہت رونق ہے۔ تم آئندہ امی' ابو کو اکسانے کی کوشش مت کرنا۔"

"میں یہاں ہوں گی تو اکساؤں گی۔" وہ کہہ کر ادھر ادھر پھیلی موی کی چیزیں سمیٹنے لگی۔

"کیا مطلب ہے تمہارا۔۔۔؟" وہ اس کے ساتھ ساتھ چلنے لگا تھا۔

"مجھے میری ماں کے گھر چھوڑ آؤ۔ میں یہاں نہیں رہوں گی۔" وہ مصروف سے انداز میں بولی۔

"کیوں؟"

"کیونکہ میں نہیں چاہتی کہ میری وجہ سے تم سارہ کو کھو دو۔" وہ اب رک کر اسے دیکھنے لگی تھی۔

"کہیں نہیں کھو رہی وہ۔"

"کیسے نہیں کھو رہی۔ تمہارے سامنے وہ آغا حسن کے ساتھ گھومتی پھرتی ہے۔ تم سے زیادہ اسے اہمیت دیتی ہے۔ کیوں؟ اس لیے ناں کہ اس نے مجھے تمہارے ساتھ دیکھ لیا ہے اور ابھی تو وہ ایسا ضد میں کر رہی ہے لیکن اس کی یہ ضد ضرور کوئی گل کھلائے گی۔"

"تم خوامخواہ شک کر رہی ہو۔" وہ اس کی پوری بات سن کر بولا۔

"خوامخواہ نہیں سعدی! تم اگر اسے کھونا نہیں چاہتے تو فورا" شادی کر لو۔" وہ کہہ کر پھر آگے بڑھ گئی۔

"اور جو تمہارے اماں' ابا سے وعدہ کر چکا ہوں کہ تمہاری شادی کرنے کے بعد ہی اپنا سوچوں گا۔" اس نے کہا تو وہ ایک جھٹکے سے اس کی طرف پلٹی تھی۔

"کیا۔ کیا کہا تم نے۔" وہ نظریں چرا کر دوسری سمت دیکھنے لگا۔

"ادھر دیکھو سعدی!" وہ اس کی شرٹ کھینچ کر چیخی۔

"دھیرج یار!" وہ اسے کندھوں سے تھام کر بٹھاتے ہوئے بولا۔ "اس روز وہ تمہیں میرے ساتھ بھیجنے پر تیار نہیں تھے۔ تمہاری اماں کو یہ خدشہ تھا کہ میری بیوی آجائے گی تو تمہارا اور موی کا وجود برداشت نہیں کرے گی۔ اسی پر میں نے ان سے وعدہ کیا تھا اور میں خود بھی یہی چاہتا ہوں۔"

وہ پوری آنکھیں کھولے اسے دیکھے جا رہی تھی۔ جب وہ خاموش ہوا تو سر جھکا لیا بولی کچھ نہیں۔

"سنو۔" قدرے توقف سے وہ مزید کچھ کہنا چاہتا تھا کہ وہ بول پڑی۔

"بس۔ اب اور کچھ مت سنانا سعدی اور پلیز مجھے اکیلا چھوڑ دو۔"

"نہیں۔ میں تمہیں اکیلا نہیں چھوڑ سکتا۔" وہ بیڈ سے اٹھ کر صوفے پر جا بیٹھا اور ٹانگیں سامنے ٹیبل پر سیدھی کر لیں تو وہ زچ ہو کر بولی۔

"کیا چاہتے ہو تم؟"

"میں چاہتا ہوں' تم میرے ساتھ تعاون کرو۔ جیسے سارہ کر رہی ہے۔" اس نے کہا تو وہ کچھ چونک کر پوچھنے لگی۔

"وہ کیا کر رہی ہے؟"

"وہ۔۔۔ وہ بس شادی ملتوی کرانے میں لگی ہوئی ہے۔ ورنہ تم نے دیکھا نہیں تھا' اس کے گھر والے کتنا اصرار کر رہے تھے۔ میں نے سارہ سے کہا کہ میں فوری شادی نہیں کر سکتا' اس لیے وہ کسی بہانے سے اپنے والدین کو روکے کیونکہ اگر میں روکوں گا تو وہ برا مانیں گے۔" اس نے بتایا تو وہ جز بز ہو کر بولی۔

"تم دونوں خوامخواہ میری فکر میں لگے ہو جبکہ مجھے شادی کرنی ہی نہیں ہے۔"

"ٹھیک ہے پھر میں بھی ساری زندگی کنوارا رہ لوں گا۔" وہ آہ بھر کر بولا۔

"کیوں۔ تم کیوں کنوارے رہو گے۔ امی' ابو آج شام میں جا رہے ہیں تمہاری تاریخ رکھنے۔"

"وہ نہیں جا رہے کیونکہ انہیں میری زندگی عزیز ہے۔"

"کیا مطلب؟"

"میں انہیں بتا چکا ہوں کہ میں نے تمہارے اماں' ابا سے اور اپنے آپ سے کیا وعدہ کیا ہے اور وہ جانتے ہیں وعدہ خلافی میری موت ہے۔" وہ کہتا ہوا اٹھ کھڑا ہوا تو وہ سلگ کر بولی۔

"میں بس یہاں نہیں رہوں گی۔"

"کہیں بھی رہو۔ وعدہ' وعدہ ہے اور میرا خیال ہے۔ مجھے سارہ سے کہہ دینا چاہیے کہ وہ میرے انتظار میں بوڑھی ہونے کے بجائے اپنے لیے کوئی اچھا سا ساتھی تلاش کرلے۔" اس نے بہت جذباتی ہو کر کہا تو وہ چڑ کر بولی۔

"تمہیں کہنے کی ضرورت نہیں ہے۔ وہ پہلے ہی تلاش کر چکی ہے۔"

"کون۔ آغا حسن۔ بہت ہی بے وقوف ہو تم اور تمہاری اس بے وقوفی پر میں ایک دن بہت ہنسوں گا۔" وہ کہتا ہوا اس کے کمرے سے نکل آیا اور ٹیلی فون سیٹ لے کر اپنے کمرے میں بند ہو کر سارہ کے نمبر ڈائل کرنے لگا۔

دوسری طرف مسلسل بیل جا رہی تھی اور پتا نہیں سب لوگ کہاں تھے جو کسی نے ریسیور نہیں اٹھایا۔ تین چار بار ٹرائی کرنے کے بعد اس نے جھنجلا کر ریسیور پٹخ دیا اور کمرے سے نکلا تو آگے وہ موی کو اٹھائے ادھر ہی آ رہی تھی۔

"سنو' ابو کہہ رہے ہیں۔ مجھے اماں کے ہاں چھوڑ آؤ۔"

"چلو۔" وہ مزید جھنجلا تا بائیک لے کر باہر نکل آیا اور تمام راستہ سارا سے بات نہ ہو سکنے کا غصہ اس پر اتارا۔ جب وہ گھر کے سامنے اتری تب اور رعب سے بولا۔

"میں شام میں لینے آجاؤں گا۔"

"نہیں۔ میں امی' ابو سے کہہ آئی ہوں کہ اب میں تمہاری شادی میں ہی آؤں گی۔" اس نے بہت آرام سے کہا تو وہ بری طرح سلگ کر بولا۔

"میری شادی تو آج ہے۔"

"شکر ہے' تم نے یہ نہیں کہا کہ قیامت میں ہو گی۔"

"قیامت تو میں اٹھاؤں گا اگر تم نے امی ابو سے ایسی کوئی بات کی ہو گی تو۔" اس نے کہہ کر اسپیڈ سے بائیک بھگا دی اور پھر ایک موڑ پر اچانک سارہ کے ہاں جانے کا سوچ کر اس نے بائیک اسی طرف موڑ دی اور کچھ فاصلہ طے کیا تھا کہ قریب سے گزرتی آغا حسن کی گاڑی میں ان کے ساتھ سارہ کو دیکھ کر اس نے پہلے بائیک روکی پھر ان کا تعاقب کرتا ہوا آغا حسن کے گھر تک آگیا اور جیسے ہی وہ دونوں اترے وہ بائیک سارہ کے قریب لے آیا۔

"تم؟" وہ اسے دیکھ کر تعجب سے بولی۔

"میں تمہارے گھر جا رہا تھا لیکن راستے میں تمہیں دیکھ کر پھر میں تمہارے پیچھے آگیا۔" وہ اس سے کہہ کر آغا حسن کی طرف متوجہ ہوا۔ "السلام علیکم سر!"

"وعلیکم السلام۔ آؤ اندر چلو۔" انہوں نے کہا تو وہ معذرت کرتے ہوئے بولا۔

"سوری سر! اس وقت مجھے سارہ سے کچھ ضروری باتیں کرنی ہیں۔ اگر آپ مائنڈ نہ کریں تو میں انہیں اپنے ساتھ لے جاؤں۔"

"یہ جانا چاہیں تو ضرور لے جائیں بلکہ ایسا کریں' آپ دونوں یہیں بیٹھ جائیں۔ میں آپ کی باتوں میں مخل نہیں ہوں گا۔" انہوں نے کہا تو سارہ فوراً" ان کی تائید کرتے ہوئے بولی۔

"ہاں سعدی! آؤ اندر چلو۔ یہیں بات کر لیتے ہیں۔"

"چلو۔" وہ بائیک بند کر کے ان کے ساتھ اندر آیا تو آغا حسن ان دونوں کو ڈرائنگ روم میں چھوڑ کر خود اندر چلے گئے۔

"واؤ! کیا شاندار ڈرائنگ روم ہے۔" وہ سارا جائزہ لیتے ہوئے بولا۔ پھر گرنے کے انداز میں نرم صوفے میں دھنس گیا تو وہ کچھ ناراضی سے بولی۔

"یہ کیا بدتمیزی ہے۔ آغا کیا سوچیں گے۔"

"وہ کون سا دیکھ رہے ہیں۔ اچھا سنو' تمہارے

گھر والے کہاں گئے ہیں۔ میں کتنی دیر فون ٹرائی کرتا رہا۔ کسی نے اٹھایا ہی نہیں۔"

"فون خراب ہے اور تم کیا یہی دیکھنے میرے گھر جا رہے تھے کہ سب لوگ کہاں گئے۔" سارہ نے فون کا ریسیور رکھا۔

"ارے نہیں۔ وہ تو میں نومیہ کو اس کے میکے چھوڑنے گیا تھا۔" اس نے ابھی اسی قدر کہا تھا کہ وہ بول پڑی۔

"تم کیا ساری زندگی یہی کام کرتے رہو گے۔"

"جب ذمہ داری اٹھائی ہے تو نبھانی بھی پڑے گی۔" وہ گہری سانس کے ساتھ بولا۔

"تو اس ذمہ داری کو تم اپنی زندگی میں شامل کیوں نہیں کر لیتے۔ میرا مطلب ہے اس سے شادی کر لو۔" سارہ نے اپنے ناخنوں سے کھیلتے ہوئے کہا تو وہ اچھل پڑا۔

"ہائیں!۔ یہ تم کیا کہہ رہی ہو۔"

"ٹھیک کہہ رہی ہوں سعدی! تمہارے لیے یہی بہتر ہے اور خود اپنے بارے میں میں تمہیں بتاؤں کہ میں آغا حسن کے ساتھ شادی کا فیصلہ کر چکی ہوں اور اس کے لیے تم مجھے کوئی الزام مت دینا کیونکہ خود تم نے مجھے ان کی طرف مائل کیا تھا۔ اس سے تمہارا مقصد خواہ کچھ بھی رہا ہو لیکن تمہیں یہ نہیں بھولنا چاہیے تھا کہ میں ایک لڑکی ہوں اور اچھی زندگی کا خواب ہر لڑکی دیکھتی ہے۔" وہ سر جھکائے بول رہی تھی آخر میں پلکیں اٹھا کر اسے دیکھا تو وہ تاسف بھری اداسی ہنسی کے ساتھ بولا۔

"کیا میں تمہیں اچھی زندگی نہیں دے سکتا؟۔"

"اس کے لیے تمہیں سالوں بہت جدوجہد کرنی پڑے گی۔" وہ چاروں طرف نظریں بھٹکاتی ہوئی بولی۔

"جبکہ آغا حسن کے پاس ابھی سب کچھ موجود ہے۔"

"ہوں سمیت۔" اس نے کہا تو وہ پہلو بدل کر بولی۔

"بچے مجھ سے بہت مانوس ہو گئے ہیں۔"

"ہوں!" وہ سر ہلانے کے ساتھ کچھ دیر سوچتا رہا۔ پھر اپنے آپ سے گویا ہوا۔ "قدرت ہمیں ہماری منزل تک پہنچانے کے لیے کتنے راستوں سے گزارتی ہے جبکہ منزل ہمارے ساتھ ساتھ ہوتی ہے۔ تمہاری منزل تمہارے ساتھ تھی اور میری منزل میرے ساتھ۔ ٹیڑھے میڑھے راستے یوں طے کروائے گئے کہ ابھی منزل چھونے کا وقت نہیں آیا تھا لیکن اب وقت آچکا ہے۔ ہے ناں؟"

"تم۔ تمہیں برا نہیں لگا۔؟" وہ کچھ حیرت سے دیکھنے لگی تھی۔ "دکھ نہیں ہوا تمہیں۔؟"

"نہیں سارا! دکھ وہاں ہوتا ہے جہاں محبتیں پامال ہوتی ہیں اور ہمیں شاید ایک دوسرے سے محبت تھی ہی نہیں۔ ورنہ کہیں تو تم مجھے نومیہ کے ساتھ اور میں تمہیں آغا حسن کے ساتھ دیکھ کر جیلس ہوتا۔ اس کے برعکس ہم کتنے اطمینان سے اپنے اپنے راستے پر چل پڑے تھے۔ کیونکہ ہماری محبتیں ہمارے ساتھ ہوتی تھیں۔" وہ ایک نقطے پر نظریں جمائے بولتا ہوا کچھ کھو گیا تھا پھر ایک دم چونک کر اٹھ کھڑا ہوا۔

"میں چلوں! بہت کام کرنے ہیں۔"

"کیا کام۔۔۔؟" سارہ نے پوچھا تو اس کے ہونٹوں سے پھسل کر ایک جملہ نغمے کی صورت فضاؤں میں بکھر گیا تھا۔

"آج میری شادی ہے۔"